جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کا علمی، دینی، دعوتی فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ معارف قاسم جدید دہلی

بیادگار: حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند

جلد نمبر: ۱۴ — جولائی تا ستمبر ۲۰۱۵ء — شمارہ نمبر: ۲۸

زیر سرپرستی

- حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، دیوبند
- حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، لکھنؤ
- حضرت مولانا مفتی عباس بسم اللہ، گجرات
- حضرت مولانا محمد ابراہیم مظاہری، گجرات

زیر نگرانی

- حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی، لکھنؤ
- حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری، لندن
- حضرت مولانا نسیم احمد مظاہری، میرٹھ
- حضرت مولانا مفتی عبداللہ پٹیل، گجرات

مدیر اعلیٰ: مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی — **مدیر:** ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

مجلس ادارت

مفتی احمد نادر القاسمی، مولانا شاہد ناصری الحنفی، مولانا حمید الدین مظاہری، مفتی عقیل انور مظاہری، مفتی محمد انصار قاسمی

کمپوز و ڈیزائن: محمد ارشد عالم ندوی

رابطہ

Muzaffar Husain Rahmani
K-79, 2nd Floor, Street No.5
Abul Fazal Enclave-I
Jamia Nagar, New Delhi-110025
Mob: +91-8750505501

Circulation Incharge
Shahid Abdullah (Mob:+91-9873629832)

سالانہ بدل

300 روپے
بیرون ممالک کے لیے 150 ڈالر
خلیجی ممالک کے لئے 500 درہم

Address for
Cheques-&-Drafts
Monthly Maarif-e- Qasim
Jadeed Delhi

پرنٹر پبلیشر، چیف ایڈیٹر محفوظ الرحمٰن عثمانی نے ایم آر پرنٹرس 2818، گلی گڑھیا دریا گنج نئی دہلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''معارف قاسم جدید'' کے۔۷۹، دوسری منزل، اسٹریٹ نمبر ۵، ابوالفضل انکلیو پارٹ نمبر ۱، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵ سے شائع کیا۔

Ph.: +91-11-26981876,Fax: 26982907, Mob: +91-9811125434
E-mail: jamiatulqasim@yahoo.com/ www.jamiatulqasim.com

Jamiatul Qasim Darul Uloom-il- Islamia
At & P.O. Madhubani, G.P.O. Partap Ganj
Distt. Supaul-852125 Bihar (India)
Jamia Ph.: +91-9771807585, 9931906068, 9931515312

حسن ترتیب

شمار	مضامین	اسماء گرامی	صفحہ
۱	آغاز سخن	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	3
۲	اداریہ	ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی	6
۳	رمضان المبارک رحمتوں، برکتوں اور عبادتوں کا مہینہ	مولانا سید نظام الدین	8
۴	کیا رمضان کے لیے تیار ہیں؟	مولانا ندیم الواجدی	12
۵	ماہ رمضان کی آمد: استقبال اور نظام العمل	مفتی محمد صادق حسین قاسمی	17
۶	رمضان آگیا ہے (نظم)	نور جمشید پوری	19
۷	رمضان، نزول رحمتِ پروردگار کا موسم	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	20
۸	رمضان کریم اور ہماری ذمہ داری	پروفیسر خورشید احمد	27
۹	موجودہ حالات اور ماہِ رمضان کا پیغام	عبداللہ کافی المحمدی	31
۱۰	تراویح؛ رمضان المبارک کا تحفہ	ندیم الواجدی	33
۱۱	عیدالفطر کا عظیم پیغام-اخوت ومحبت	محمد عارف اقبال	36
۱۲	رمضان المبارک: نیکیوں کا موسم بہار	شمس تبریز قاسمی	41
۱۳	ماہ صیام-نصب العین اور تقاضے	نایاب حسن	47
۱۴	روزہ عبادت ہی نہیں، مہلک بیماریوں کا شافی علاج بھی	ڈاکٹر اسلم جاوید	50
۱۵	قرآنی مدّات، زکوٰۃ کی معنویت واہمیت	اختر امام عادل قاسمی	53
۱۶	دہشت گرد ودہشت گردی کون اور کیا-ایک مطالعہ	انور جمال قاسمی مظفر پوری	56
۱۷	میدان جنگ سے دنیا کو امن کا پیغام	این جے قاسمی	60
۱۸	روہنگیا بحران، انسانیت کے علمبرداروں کی خاموشیاں؟	نوراللہ جاوید	66
۱۹	حق شہریت سے محروم برما کے مظلوم مسلمان!	شمش تبریز قاسمی	69
۲۰	تبصرہ: خیموں کا شہر-ایک علمی جائزہ	نایاب حسن	72
۲۱	تبصرہ: ایودھیا کا تنازعہ.......	ابن حسن قاسمی	75
۲۲	کوائف جامعہ	ابوحمنہ شہاب	77
۲۳	معارف کی ڈاک	قارئین کے خطوط	85

آغاز سخن

ملت کی تعمیروترقی میں مدارس اسلامیہ کا کردار

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

مدارس اسلامیہ، اسلامی تہذیب وثقافت کے امین، علوم دینیہ کی نشر واشاعت کے مراکز، مذہبی اقدار کے پاسبان، قرآنی علوم کے محافظ اور برصغیر میں اسلامی تہذیب وثقافت کے علم بردار ہیں۔ مدارس اسلامیہ کی وجہ سے دنیا میں انسانیت کی بقا ہے، مذہبی رواداری اور حسن اخلاق کا چلن ہے۔ مدارس اسلامیہ کی خدمات روز اول سے تمام شعبہائے زندگی کو محیط ہے۔ ہندوستان کی آزادی بھی مدارس اسلامیہ کی مرہون منت ہے۔ برصغیر میں اسلامی اقدار کا تحفظ مدارس اسلامیہ کے بغیر ناممکن تھا۔ مذہبی شناخت اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کے فروغ کا سہرا براہ راست مدارس اسلامیہ کو جاتا ہے۔ رفاہی اور سماجی کاموں میں بھی مدارس اسلامیہ سب سے آگے ہے۔

1857ء میں جب مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ ہندوستان کی سرزمین سے ساڑھے سات سو سالہ مسلم دور اقتدار کا چراغ گل ہوگیا۔ انگریز یہاں کے سیاہ وسفید کے مالک بن چکے۔ اس وقت سب سے زیادہ خطرات اسلامی تشخص کو ہی لاحق تھے۔ انگریزوں کی پوری توجہ مسلمانوں سے اسلام کی روح کو ختم کرنے، مذہبی تعلیمات سے انھیں محروم رکھنے اور اسلامی ثقافت سے دور رکھنے پر مرکوز تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ان کی اصل عداوت مسلمانوں سے نہیں، بلکہ اسلام سے تھی۔ وہ مسلمانوں کو باقی رکھنا چاہ رہے تھے، لیکن اسلام کا نام ونشان مٹانے کے درپے تھے۔ جہاں کہیں سے بھی اسلام کی حقانیت اور اس کی حمایت میں کوئی تحریک بلند ہوتی تھی اسے فوراً کچلنے کی کوشش کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں نے پھانسی کے پھندے پر صرف اور صرف انہیں مدارس کے فارغین اور علماء کو لٹکایا۔ دہلی کی سرزمین پر لاکھوں علماء کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا محض اس وجہ سے کہ وہ انگریزوں کے ناپاک تسلط سے آزادی چاہتے تھے۔ فرنگیوں کو راہ فرار کا راستہ دکھانے کے لئے جدوجہد کررہے تھے۔ انگریزوں کے ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے۔

انگریزوں نے بھی اس حقیقت کا اچھی طرح ادراک کرلیا تھا کہ ہندوستان میں جب تک یہ علماء اور مدارس کے فضلاء رہیں گے ہماری حکومت پر خطرے کی تلوار لٹکتی رہے گی۔ مذہبی پاسداری کے نام پر عوام کی انہیں حمایت حاصل رہے گی۔ اس لئے اپنی حکومت کی حفاظت کے پیش نظر ان علماء کا خاتمہ ضروری ہے۔ چناں اسلامی روح کو حرکت دینے والی ہر تحریک کو کچلنے کی کوشش کی گئی۔ جو علماء اس میں شریک تھے انہیں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ ہزاروں کو قتل کردیا گیا، مؤرخین نے لکھا ہے کہ دہلی کے چاندنی چوک سے لیکر جامع مسجد تک کوئی درخت ایسا نہیں تھا جس پر کسی عالم کی لاش نہ لٹک رہی ہو، لیکن علماء نے انگریزں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ بدترین ظلم وستم کے باوجود ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے، بلکہ وہ اپنے مشن میں مسلسل سرگرم رہے۔ مدارس کے ان جیالوں نے ہمت و

حوصلہ اور دانشمندی سے کام لیا۔ بالآخر 1866ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا اور وہاں سے بیک وقت کئی محاذ پر کام کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ انگریزوں کے ساتھ آزادی کی جنگ بھی لڑی گئی۔ اسلامی شناخت کو برقرار رکھنے کی مہم بھی چھیڑی گئی۔ فرقہ باطلہ اور دیگر مذاہب سے مناظرہ بھی ہوئے۔ سماجی اصلاحات کی تحریکیں بھی چلائی گئیں۔ گویا علماء نے ہر محاذ پر ہندوستانی مسلمانوں کی رہنمائی کی، ان کی قیادت کی اور ملت کو زوال وانحاط کی کھائی میں گرنے سے بچالیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ علماء نے اپنی کوششوں کی بدولت ہندوستان کو اندلس نہیں بننے دیا۔ آج اگر ہندوستان میں اسلامی تشخص برقرار ہے۔ مذہبی آزادی ہے۔ عوام میں ملی اور مذہبی شعور ہے۔ مساجد آباد ہیں۔ مکاتب کی روایت برقرار ہے۔ لوگوں کو دین سیکھنے اور اپنے بچوں کو دینی علوم کے زیورات سے آراستہ کا کرنے کا جذبہ ہے۔ حسن سلوک اور رحم دلی کا جذبہ لوگوں کے دلوں میں موجزن ہے۔ عوام کے مابین غم گساری اور رواداری کا احساس پایا جاتا ہے۔ نئی نسل جاہلانہ عقائد وخیالات سے پاک وصاف ہے۔ پڑھائی لکھائی کی فضا سازگار ہوئی ہے۔ دین سیکھنے اور سکھانے کا جذبہ لوگوں کے درمیان موجود ہے۔ مذہبی اقدار کی حفاظت کے لئے ہر کوئی فکر مند ہے تو بلا واسطہ اس کا سہرا مدارس اسلامیہ کے سر جاتا ہے جس نے بے سروسامانی کے عالم میں دنیا کی آسائشوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے محض خدائے پاک کی رضامندی کی حصول کے خاطر علوم اسلامیہ کی اشاعت پر اپنی پوری توانائی صرف کی ہے۔ تدریسی، تحریری اور تقریری طور پر ملت کی ترجمانی کی ہے۔ اساتذہ نے طلبہ کی کردار سازی پر اپنی توجہ مرکوز کی ہے۔

مدارس کی خدمات کا دائرہ صرف مسلمانوں کے درمیان ہی محدود نہیں ہے بلکہ ملک وملت کی تعمیر وترقی اور اس کو بنانے سنوارنے میں بھی مدارس نے نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔ کسی مستقل آمدنی اور مادی وسائل سے بالکلیہ تہی دست ہونے کے باوجود سماجی سیاسی، اقتصادی، معاشی اور اخلاقی میدانوں میں بھی مدارس نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جس کا مقابلہ کوئی اور تنظیم نہیں کر سکتی ہے۔ یہ ایک حقیقت پر مبنی سچائی ہے جس کا اعتراف غیر مسلموں اور دنیا کے دانشوران اور ماہرین نے کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ کے موقع پر ہندوستان کی وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی نے بھی یہ اعتراف کیا تھا کہ دارالعلوم کے بزرگوں نے ہندوستان کی آزادی کی جو تحریک شروع کی تھی اس سے لوگوں کے دلوں میں آزادی حاصل کرنے کا جذبہ ابھرا ان میں امنگ پیدا ہوئی اور انہیں کی کوششوں کی بدولت ہندوستان آزاد ہوا۔ اسلام اور مسلمانوں نے ہندوستان کو بہت کچھ دیا ہے۔ اس کی ثقافت کو مالا مال کیا ہے اور یہاں کی زندگی پر اس کے گہرے اثرات قائم ہوئے ہیں۔ معروف سماجی کارکن پنڈت این کے شرما نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ ”ملک کو مضبوط کرنے میں مدارس کا اہم کردار ہے۔ مدارس دینیات اور اخلاقیات کی تعلیم دیتے ہیں جس سے نوجوانوں میں مثبت فکر پیدا ہوتی ہے“۔

ان دنوں مدارس کی افادیت پر ایک طبقہ مسلسل سوال اٹھا رہا ہے۔ مدارس کے نصاب پر ان کو شدید اعتراض ہے۔ وہاں رائج طریقہ تدریس سے انہیں اتفاق نہیں ہے۔ کچھ لوگ تو ایسے بھی ہیں جنہیں مدارس ہی سرے قبول نہیں ہیں۔ ان کی نگاہ میں مدارس مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ انہیں اس بات سے شدید چڑھ ہے کہ مدارس اور وہاں کے فضلاء اور علماء سے عوام اس قدر

قریب کیوں ہیں۔زکوۃ کی رقم مدارس میں زیر تعلیم غریب بچوں پر ہی خرچ کیوں کی جاتی ہے۔مدارس کے حوالے سے اس طرح کا نظریہ رکھنے والے اور مدارس کی افادیت پر سوال اٹھانے والے دراصل وہ لوگ ہیں جنہیں دین سے کوئی مطلب نہیں ہے۔علوم اسلامیہ کی ان کی نگاہ میں ذرہ برابر کوئی حیثیت باقی نہیں رہ گئی ہے۔وہ اسلامی شناخت کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔وہ مکاتب و مساجد کو آباد دیکھنا نہیں چاہتے ہیں۔انہیں اپنے کالجز اور یونیورسیٹز کے ان طلبہ کی کوئی فکر نہیں ہے جو دین سے بالکلیہ عاری ہوتے جارہے ہیں۔اسلامی تعلیمات سے ذرہ برابر بھی واقفیت نہیں ہوتی ہے،لیکن انہیں مدارس کے طلبہ کی فکر ستاتی ہے کہ انہیں انگلش کیوں نہیں آتی ہے یہ سائنس سے ناواقف کیوں ہیں۔یہ ڈاکٹر اور انجینیر کیوں نہیں ہیں۔پائلٹ بننے تک کا سفر طے کرنے میں یہ ناکام کیوں ہیں۔سول سروسز میں ان کی نمائندگی کیوں نہیں ہے،لیکن انہیں ان چیزوں کا کبھی خیال نہیں آتا ہے کہ دین کی بنیادی تعلیم سیکھنا ،ضروری مسائل سے واقفیت ،قرآن کی تلاوت وغیرہ ہر مسلمان کا بینادی فریضہ ہے۔ایک مسلمان کے لئے ان چیزوں کا جاننا اشد ضروری ہے جن سے کالجز اور اسکول کے طلبہ کی اکثریت ناواقف ہوتی ہے انہیں اپنے مذہب کے بارے میں ذرہ برابر بھی پتہ نہیں ہوتا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ نماز کیا ہے؟ مسلمان کسے کہتے ہیں؟

صاف لفظوں میں یہ کہ مدارس اسلامیہ دراصل اسلامی علوم وفنون کے محافظ اور پاسبان ہیں۔خاص کر وہ ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں مدارس کا قیام انتہائی ناگزیر ہے،کیوں کہ حکومت دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں کرتی ہے،جبکہ ایک مسلمان کے لئے سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ بچہ اول مرحلہ میں دین کی بنیادی باتیں سیکھے۔قرآن کریم کا پڑھنا اسے آجائے۔نماز،روزہ اور ارکان خمسہ کو پوری طرح وہ سمجھنے لگے اس کے بعد پھر آپ کو اختیار ہے چاہے تو مدرسہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں یا پھر موقوف کر کے اس کی لائن تبدیل کردیں۔

خلاصہ یہ کہ مدارس سلامیہ جہاں علوم دینیہ کی پاسبانی ،اخوت و بھائی چارگی کا پیغام عام کرنے میں مصروف عمل ہیں وہیں وہ وطن عزیز کو بھی سنوارے اور اسے استحکام بخشنے کا فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں۔تمام میدان عمل میں مدارس کی خدمات کا ایک وسیع حصہ ہے۔آج کے دور میں اگر کوئی مدارس کے خلاف آواز اٹھاتا ہے،انہیں برا بھلا کہتا ہے،ان کے ذریعے انجام پارہے کاموں کو برا بھلا کہتا ہے تو یہ اس شخص کی نااہلی اور جہالت کی واضح دلیل ہے۔مدارس کی جتنی ضرورت کل تھی اتنی ہی آج ہے۔مدارس اسلام کا قلعہ ہے،مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔الحمد اللہ اب مدارس کے فضلاء مدارس کی چہار دیواریوں سے باہر نکل دیگر شعبوں میں بھی اپنی صلاحیت کا لوہا منوار ہے ہیں۔اور دنیا یہ تسلم کرنے پر مجبور ہے کہ آج کے دور میں سب سے زیادہ کامیاب مدارس کے فارغین ہیں۔ہر میدان میں یہ اپنی صلاحیتوں کا جوہر بکھیرے ہوئے ہیں۔مدارس کی انہیں گوناں گوخصوصیات کی بنا پر امریکی ریسرچ ادارے کی ایک ٹیم نے مدارس کا جائزہ لینے کے بعد کہا تھا کہ ان مخدوش عمارتوں میں نہ جانے کیا رکھا ہے کہ اس نے گذشتہ ڈھیر سو سال میں برصغیر کا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے۔

❁ ❁ ❁

اداریہ

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا!

ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور ساری کائنات کو مسخر کرنے کی اسے صلاحیت بھی عطا کی۔ یہ کم بڑی بات نہیں ہے کہ اسے مسجود ملائکہ بنایا، خلیفۃ فی الارض کے خطاب سے نوازا جبکہ کسی اور مخلوق کو یہ اعزاز نہیں بخشا ہے۔

''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا''

(اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات (بڑی مخلوق) پر فضیلت دی)

چاند اور سورج کا سفر، نت نئی ایجادات، اور کھوج کیلئے طرح طرح کی کوششیں، صرف انسان کے بس کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کے ذریعے سے انسان کو دوسری مخلوقات پر فضیلت اور شرف عطا کیا گیا۔ اس شرف اور فضل کی دستار ہر انسان کے سر باندھی گئی ہے، چاہے وہ مومن ہو یا کافر، اللہ کی ذات کو ماننے والا ہو یا اس کا انکار کرنے والا۔ انسان کو یہ شرف وعزت اور فضل وعنایت دوسری مخلوقات حیوانات، جمادات ونباتات کے مقابلے میں ہے اور انسان کو یہ شرف وعزت دوسری مخلوقات کے مقابلے میں متعدد اعتبار سے ہے، جن میں سے چند ایک کا ذکر اللہ نے اس آیت میں فرمایا ہے، مگر بسا اوقات ہم اپنی صلاحیتوں کو کما حقہ استعمال نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ ہماری اہم ترین مہمات کی تکمیل میں بھی تاخیر در تاخیر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور یہ گمان دل میں بس جاتا ہے کہ اب ہمارے بس کا نہیں۔ تساہلی اور کل پر ٹالنے کی بری عادت نے ہمیں دنیا کی دیگر اقوام کے مقابلے کافی پیچھے کر دیا ہے، لیکن کبھی کبھی تاخیر میں خیر کا پہلو بھی نکل آتا ہے۔

''ماہنامہ معارف قاسم جدید'' گذشتہ ایک سال سے منظر عام پر نہیں آ رہا ہے، ہمارے مستقل قارئین اور کرم فرما کو معارف قاسم کے تازہ شمارے نہیں مل پا رہے ہیں، جس کی وجہ سے وہ کافی بے چین ہیں۔ بہت سے قارئین نے ہم سے خطوط اور فون کے ذریعہ اس بابت استفسار کیا ہے، اور ہم نے انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا، مگر وہ قارئین جن کی رسائی ہم تک نہیں ہوسکی ان کا پریشان ہونا امر فطری ہے۔ اسی طرح معارف قاسم کے چیف ایڈیٹر اور سرپرست مفکر ملت مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب سے ملک اور بیرون ممالک کے سیکڑوں قارئین، احباب ومخلصین نے معارف قاسم کی عدم اشاعت کی

وجہ معلوم کی تو انہوں نے قارئین کی تشویش سے ہمیں مطلع کیا۔اپنے قارئین کے اضطراب کومحسوس کرتے ہوئے، بیحد معذرت کے ساتھ ہم تازہ شمارہ لےکران کی خدمت میں حاضر ہیں۔اس سے قبل یہ وضاحت بھی ناگزیر ہے کہ معارف قاسم کی اشاعت فی الحال موقوف کیوں ہے۔

اپنے دینی بھائیوں کو یہ مژدہ سناتے ہوئے ہمیں بے انتہا مسرت ہورہی ہے کہ معارف قاسم جدید ہمیشہ اردو کی دوسری میگزین ومجلّات سے ہٹ کر نادر و نایاب چیزیں فراہم کرتا رہا ہے۔اس بات کے متعدد ثبوت ہمارے پاس ہیں۔قاضی مجاہدالاسلام نمبر،مسلم پرسنل لانمبر،قرآن کریم نمبر،سیرت النبی نمبر،رمضان کریم نمبر،مسلم مسائل نمبراور پیام انسانیت نمبرجیسے خصوصی شمارے کی علمی اور ملی و دینی حلقوں میں جس طرح سے پذیرائی ہوئی ہے وہ ہمارے لئے فخر کی بات ہے۔اوران کومثال کےطور پراس لئے پیش کیا جاسکتا ہے کہ نہایت ہی قلیل مدت میں اس پیمانے پرعلمی وتحقیقاتی خدمات شاید ہی کسی پرچے نے انجام دی ہو۔اوراس طویل تاخیر کے پیچھے بھی یہی راز ہے۔

معارف قاسم جدید'مجموعہ القاسم' کی شکل میں عنقریب آنا چاہتا ہے،مختلف موضوعات کوسمیٹے ہوئے ضخیم ۶ رجلدوں میں، ہزاروں صفحات پرمشتمل یہ انسائیکلوپیڈیا جس کے حسن ترتیب میں معارف قاسم کی پوری ٹیم مصروف ہے،ہم اسے بہت جلد قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ نیزعلم دوست حضرات سے بھی یہ امید ہے کہ وہ اس کام کو آگے بڑھانے میں ہماری مدد کریں گے۔انشاءاللہ

رمضان المبارک کی مناسبت سے معارف قاسم کا تازہ شمارہ حاضر خدمت ہے۔بے شمار فضیلتوں والا یہ مبارک مہینہ ہمیں نصیب سے ملا ہے،تو دیکھنا یہ ہے کہ ہم اس کتنی قدر کرتے ہیں۔

"شهر رمضان الذی انزل فيه القراٰن"

ہم سب جانتے ہیں کہ یہ مہینہ عام مہینوں کے مانند نہیں ہے،جب یہ مہینہ آتا ہے تو برکت ورحمت لیکرآتا ہے اور جب جاتا ہے تو گناہوں کی بخشش کے ساتھ جاتا ہے،اس ماہ میں نیکیاں دو برابر ہوجاتی ہیں اور نیک اعمال قبول ہوتے ہیں،یعنی اسکا آنا بھی مبارک ہےاوراس کا جانا بھی مبارک، بلکہ یہ مہینہ پورے کا پورا مبارک ہے لہذا اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے کی کوشش کریں،کوئی لمحہ ایسا نہ ہو جو ذکرالٰہی سے خالی ہو۔بہت ہی بدنصیب ہیں وہ لوگ جو رمضان المبارک کو بھی غفلت میں گزار دیتے ہیں اوراس کی قدر نہیں کرتے۔اللہ پاک ہم سب کو زیادہ سے زیادہ نیکیاں بٹورنے والا بنادے۔آمین

اس شمارہ میں موقر علماءکرام اور مستند صاحب قلم کے گرانقدر مضامین شامل ہیں۔میں انتہائی ممنون ومشکور ہوں حضرت مولانا ندیم الواجدی صاحب (دیوبند) مولانا انور جمال قاسمی (بہار) مولانا نوراللہ جاوید(کولکاتہ) مولانا شمش تبریز قاسمی،مولانا نایاب حسن قاسمی اور عارف اقبال صاحب (دہلی) کا جنہوں نے معارف قاسم کیلئے ہماری درخواست پر مضمون لکھ کر بروقت ارسال فرمایا۔ مجھے پوری امید ہے کہ یہ شمارہ قارئین وکرم فرما کوضرور پسند آئے گااور وہ ہمیں اپنے پرخلوص مشوروں سے ضرور نوازیں گے۔

❀ ❀ ❀

رمضان المبارک

رحمتوں، برکتوں اور عبادتوں کا مہینہ

مولانا سید نظام الدین

سال کے بارہ مہینوں میں رمضان کی خاص فضیلت ہے، یہ مہینہ پورے عالم اسلام کے لئے موسم بہار ہے۔ رمضان کا چاند نظر آتے ہی گھروں اور بازاروں کی رونق بڑھ جاتی ہے۔ مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں دلوں کی زمین نرم پڑ جاتی ہے اور اعمال خیر کے پودے لہلہا اٹھتے ہیں' ہر مسلمان نیک کام کی طرف دوڑتا ہے اور گناہ و بری باتوں سے بچنا چاہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت ہے کہ شعبان کا چاند نظر آتے ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی تیاری شروع فرما دیتے تھے۔ نفل نمازوں اور نفلی روزوں کی کثرت ہو جاتی' اہل حاجت کی مدد کے لئے کمر بستہ ہو جاتے تھے تاکہ سب کو روزہ رکھنے میں آسانی ہو۔

روحانی واخلاقی تربیت کا مہینہ:

شعبان کے آخر میں آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر ایک ایسا مہینہ سایہ ڈالنے والا ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے اور تیسرا عشرہ عذاب دوزخ سے نجات کا زمانہ ہے۔ جو بندہ اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے' اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے' اللہ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں جب کوئی بندہ اپنی حاجت اللہ کے سامنے رکھتا ہے' روزی' اولاد صحت مانگتا ہے تو اللہ تعالی اپنے فضل سے اس کی دعا قبول کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مہینہ میں نفل عبادت کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غم خواری کا مہینہ ہے جو روزہ داروں کو افطار کرائے گا ان کو روزہ کے برابر ثواب ملے گا' ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ماہ رمضان میں جو شخص اپنے اہل وعیال پر روزی کو کشادہ کرے گا اللہ تعالی سال بھر اس کے رزق میں برکت دیں گے اور جو اپنے خادموں اور ملازمین کے کاموں کا بوجھ کم کر دے گا اللہ قیامت کے دن اس کا بوجھ ہلکا کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ روزہ صبر ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے اور مشہور حدیث بھی آپؐ نے سنا ہو گا کہ حق تعالی فرماتے ہیں روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں جس قدر چاہتا ہوں اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ غرض یہ ہے کہ یہ اللہ کو راضی کرنے کا مہینہ ہے' اور ایک مہینہ کی روحانی واخلاقی تربیت کا زمانہ ہے عبادات کی پابندی معاملات کی صفائی اخلاق میں بہتری اور معاشرتی زندگی میں کتاب وسنت

کی پیروی غلط رسم و رواج سے مکمل پرہیز اس کی مشق ضروری ہے۔ جن لوگوں کو کسی عہدہ کی وجہ سے اختیار حاصل ہو ان کے لئے انصاف قائم کرنا ضروری ہے صحیح انصاف سے پائدار امن قائم ہوتا ہے امن وانصاف کا قیام ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

رمضان نزول قرآن کا مہینہ:

رمضان کو صحیح طور پر گذارنے کے لئے نظام الاوقات بنالینا چاہئے، نمازوں کی پابندی سب سے اول ہے، مرد جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھیں اور عورتیں بھی وقت کی پابندی کے ساتھ گھر میں نماز ادا کریں، اسی طرح تلاوت قرآن کی پابندی کی جائے، اور تعلیم یافتہ مرد عورتیں کم سے کم دس بیس آیتیں معنی اور مطلب کے ساتھ پڑھیں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ یہ کیسی عظیم الشان کتاب ہے، جس کے ذریعہ دنیا میں زبردست روحانی اور اخلاقی انقلاب آیا اور یہ کتاب آج بھی اسی حالت میں موجود ہے جیسا کہ ۱۴اسو سال پہلے نازل ہوئی تھی۔ ماہ رمضان کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس میں قرآن کا نزول ہوا، جو ساری دنیا کے انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور سارے عالم کے لئے نصیحت ہے، یہ قیامت تک رہنے والی کتاب ہے اور اللہ تعالی کا بہت بڑا فضل وکرم یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے ایسے محبوب پیغمبر پر نازل فرمایا جو خاتم النبین ہیں اور رحمت اللعالمین ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ہر ایک حکم کو سنایا، اور اس پر عمل کر کے دکھلایا اور انہیں تیس سالہ عہد نبوت میں سوالاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایسی جماعت کو تیار کردیا جس نے پوری دنیا میں کتاب وسنت کو پھیلایا ایمان ویقین اور امن انصاف سے دنیا کو بھر دیا، علم واخلاق سے وحشی انسانوں کی زندگی کو سنوار دیا۔ اس مہینہ میں خاص طور سے

قرآن کی تلاوت اور اس کے معنی ومفہوم کا مطالعہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو پڑھنا اور یاد کرنا لازم قرار دیا جائے اگر ہر مسلم گھرانے میں ایسا اہتمام کیا جائے تو وہ صالح انسانی معاشرہ پیدا ہوسکتا ہے جس کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔

روزہ صرف کھانے پینے سے رک جانے کا ہی نام نہیں ہے۔ زبان کو جھوٹ، غیبت اور بدزبانی سے روکنا بھی روزہ ہے، دل کو حسد وکینہ اور بدگمانی سے پاک رکھنا بھی روزہ ہے، قرآن پاک میں روزہ کی فرضیت کا مقصد تقوی کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت اللہ کی نافرمانی سے دل ڈرتا رہے۔ ایک روزہ دار اپنے گھر کا حلال و پاک کھانا پینا اللہ کے حکم سے چھوڑ دیتا ہے پھر جن چیزوں کو خدا نے حرام کیا ہے اس کے نزدیک کیسے جاسکتا ہے یہ بات دل میں جم جائے تو سمجھئے کہ روزہ اور رمضان کی حقیقت سمجھ میں آگئی یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے اس میں ہر گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور مساجد میں تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے مگر خیال رہے کہ قرآن پاک کو صحیح الفاظ کے ساتھ، ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ضروری ہے، تراویح میں بھی جلد بازی نہ کی جائے، تراویح میں قرآن پاک کی ایسی صاف اور واضح تلاوت کی جائے کہ مقتدی سمجھے کہ قرآن ہمارے سامنے ہے اور ہم پڑھ رہے ہیں یہ بھی یاد رکھئے کہ پورا قرآن ختم تک سننا الگ سنت ہے اور پورے مہینہ کی تراویح علحدہ سنت ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ مسجدوں میں ختم قرآن کے بعد نمازیوں کی کمی ہوجاتی ہے

حالانکہ تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ختم قرآن کے بعد بھی تراویح پورے مہینہ تک پابندی سے پڑھنا چاہئے۔

اس مہینہ میں انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا بھی بہت ثواب ہے جن لوگوں پر زکوۃ فرض ہے وہ حساب کرکے اپنے مال کی زکوۃ نکالیں اور ضرورت مندوں تک پہنچادیں، عام سائلین کو بھی محروم نہ کریں ۔مدارس اسلامیہ ویتیم خانوں کی مدد کریں اور خاص کر اپنے غریب رشتہ داروں دوستوں اور پڑوسیوں کا خیال رکھیں،خاص کرایسے لوگوں کو ضرور دیں جو شرم کی وجہ سے مانگتے نہیں ہیں۔

قرآن پاک میں رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کا بار بار حکم دیا گیا ہے اس کا خیال رکھنا چاہئے ۔ایسے لوگ جن کے بارے میں گمان ہو کہ زکوۃ وخیرات کے نام سے قبول نہ کریں گے حالانکہ وہ تنگی کی حالت میں ہیں تو ایسے لوگوں کو زکوۃ کہہ کر دینا ضروری نہیں ہے ہدیہ کے نام سے دے سکتے ہیں اور قرض حسنہ کہہ کر دے سکتے ہیں جس کو واپس لینے کی نیت نہ ہو اور جن پر زکوۃ واجب نہیں ہے وہ بطور صدقہ اپنے مال کا کچھ حصہ آخرت کے خزانے میں جمع کریں اور ضرورت مندوں کی مدد کریں۔جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سخاوت کو سامنے رکھا جائے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان کے آخر عشرہ میں آپ کی سخاوت اتنی بڑھ جاتی تھی کہ آپ کی ہتھیلیوں پر مال ٹھہرتا نہیں تھا ادھر آتا اور ادھر خرچ ہوجاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر فرماتے تھے کہ میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اللہ دینے والا ہے۔پس ہر مومن اور مسلمان یہ سمجھ لیں بلکہ ہر انسان یہ سمجھ لے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں ان بندوں کا حق ہے جو اس نعمت سے محروم ہیں۔مثلاً ہم کو سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی اندھا ہے تو میری آنکھ کی بنیائی میں اس کا حصہ ہے کہ وہ اگر راستہ سے بھٹک جائے تو اس کی لاٹھی پکڑ کر اس کو سہارا دینا ضروری ہے ۔اسی طرح ہماری صحت میں بیماروں کا حصہ ہے کہ ان کی عیادت کرنی چاہئے اور ان کے دوا وعلاج کا انتظام کرنا چاہئے ۔جو جاہل رہ گئے ہیں یا جہالت کی تاریکی میں بھٹک رہے ہیں اور اللہ نے ہم کو علم دیا ہے تو ہم پر ان کا حق ہے کہ ہم ان کو جہالت کی تاریکی سے علم کی روشنی میں لے آئیں۔اسی طرح اگر اللہ تعالی نے ہم کو مال دیا ہے تو میرے مال میں غریبوں کا حصہ ہے کہ اگر وہ بھوکے ہیں تو ان کو کھانا کھلائیں اگر ان کے بدن پر کپڑا نہیں ہے تو ان کو کپڑا مہیا کرائیں ۔ بیمار ہیں اور غربت کی وجہ سے علاج نہیں

"روزہ صرف کھانے پینے سے رک جانے کا ہی نام نہیں ہے۔زبان کو جھوٹ، غیبت اور بدزبانی سے روکنا بھی روزہ ہے، دل کو حسد وکینہ اوربدگمانی سے پاک رکھنا بھی روزہ ہے، قرآن پاک میں روزہ کی فرضیت کا مقصد تقویٰ کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت اللہ کی نافرمانی سے دل ڈرتا رہے۔"

کرا سکتے ہیں تو ہم ان کے علاج ودوا میں مدد کریں غریب لڑکیاں بن بیاہی بیٹھی ہیں ہم کو اللہ تعالی نے مال دیا ہے تو ان کی شادی کرانے میں خرچ کرنا چاہئے اسی طرح اور بھی نعمتوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے مگر یہ خیال رہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کریں کبھی احسان نہ جتائیں اور برا بھلا کہہ کر کسی کا دل نہ دکھائیں' قرآن پاک میں بار بار اللہ کی طرف سے ہدایت ہے کہ اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دل دکھا کر ضائع نہ کرو۔ اگر کسی کی مدد نہیں کر سکتے ہیں تو بھلے طور پر بات کر کے اس کو رخصت کرنا اس بات سے اچھا ہے کہ ہم اس کی کچھ مدد کریں اور ساتھ ہی دل دکھانے والی بات بھی کریں اس سے مانگنے والا ذلت ورسوائی محسوس کرتا ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ بات جب ہمارے عام مسلمانوں میں پائی جاتی تو اسلام حسن اخلاق اور ہمدردی کے جذبہ سے دنیا میں پھیلا۔ ہم ملکوں سے پہلے دلوں کو فتح کیا۔ اس لئے رمضان کے مبارک لمحات میں ہمیں اپنے اعمال واخلاق کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ واقعی ہم قرآن وسنت کی تعلیمات کا حق ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟

رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت:

اس مہینہ میں آخری عشرہ کا اعتکاف بھی ہے۔ یہ فرض کفایہ ہے۔ جو کہ ہر محلّہ کی مسجد میں کچھ لوگوں کو اعتکاف ضرور کرنا چاہئے۔ تاکہ یہ سنت باقی رہے اسی آخری عشرہ میں وہ عظیم الشان رات ہے جس کو لیلۃ القدر کہتے ہیں شب قدر ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے حدیث میں ہے کہ پانچ راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو' شب ۲۱' شب ۲۳' شب ۲۵' شب ۲۷ اور شب ۲۹۔ شب قدر میں نماز پڑھنا' قرآن پاک کی تلاوت تسبیحات کا ورد اس کے علاوہ اپنے ایک ایک گناہوں کو یاد کر کے اللہ سے مغفرت چاہیں۔ گناہوں پر نادم ہوں' رونا آجائے اور پھر عہد کریں کہ آئندہ گناہ نہیں کریں گے تو انشاء اللہ۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ گناہوں کو معاف کر دے گا اور پھر اپنی حاجت کے لئے اللہ سے دعا مانگیں وہ بڑا رحیم وکریم ہے وہ ضرور آپ کی حاجتوں کو پورا کرے گا۔ مگر افسوس ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی فضیلت مسلمانوں کے سامنے نہیں رہتی عام طور پر دن کا اور رات کا بڑا حصہ عید کی تیاریوں میں صرف کر دیتے ہیں۔ آپ یہ سامان رمضان کے پہلے بھی خرید سکتے ہیں یا رمضان میں جو زائد وقت ملتا ہے اس میں ضروری کام کر لیں مگر ان مبارک لمحات کو ضائع نہ ہونے دیں کیوں کہ اب یہ ایک سال کے بعد ہی آئے گا۔

عید کا چاند نظر آتے ہی رمضان کا مبارک مہینہ ہم سے رخصت ہو جاتا ہے اور عام طور پر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہم آزاد ہو گئے اور یہ رات جشن میں گذار دیتے ہیں حالانکہ چاند رات کی بڑی فضیلت ہے حدیث میں ہے کہ اس رات میں اللہ اپنے بندوں کو معاف کرتا ہے ان کی دعائیں سنتا ہے اور فرشتوں کی گواہی پر ان کے سامنے روزہ داروں کی مغفرت اور ان کے روزہ کے ثواب کا اعلان کرتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اوپر میں جو عرض کیا گیا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے رمضان گذاریں گے تو انشاء اللہ ہماری اگلے گیارہ مہینے کی زندگی بھی صحیح اسلامی طریقے پر گذرے گی۔

❁ ❁ ❁

کیا رمضان کے لیے تیار ہیں؟

● مولانا ندیم الواجدی

اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کا احسان ہے کہ اس نے ایک بار پھر ہمیں رمضان کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کا موقع عطا فرمایا ہے، اللہ کے ہزاروں لاکھوں بندے جو گذشتہ برس رمضان میں روئے زمین پر چل پھر رہے تھے اس سال اپنے اپنے اعمال ناموں کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں جا سوئے ہیں، اللہ چاہتا تو ہمیں بھی اس دائمی نیند کے حوالے کر دیتا جو شور محشر سے پہلے نہ ٹوٹتی، لیکن اس نے ہمارا انتخاب زندہ بچ جانے والوں میں کیا اور اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس رمضان تک پہنچایا تاکہ ہم اس مقدس مہینے کی برکتوں سے ایک بار پھر اپنا دامن مراد بھر لیں اور اس مبارک ومسعود مہینے کی عبادتوں کے اجر ثواب سے اپنے اعمال ناموں کو زیادہ سے زیادہ وزن دار بنالیں، حدیث شریف میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرامؓ کو رمضان کی آمد پر مبارک باد دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رمضان شروع ہونے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کو ان الفاظ میں مبارک باد سے نوازتے: ''رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس مہینے کے روزے فرض کئے ہیں، اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور شیاطین کو پابہ زنجیر کر دیا جاتا ہے، اس مہینے میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو اس مہینے کی برکتوں سے محروم رہا وہ حقیقی معنوں میں محروم کہلانے کا مستحق ہے'' (مسند احمد بن حنبلؒ: ۳۹۲/۱۴، رقم الحدیث: ۶۸۵۱، سنن النسائی: ۲۵۶/۷، رقم الحدیث: ۲۰۷۹) حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث رمضان کی آمد پر ایک دوسرے کو ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرنے کے باب میں اصل ہے، ہمیں بھی چاہئے کہ جب رمضان کا چاند مغربی افق پر نمودار ہو جائے تو ہم اپنے عزیز واقارب، دوست واحباب، پاس پڑوس میں رہنے والے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو مبارک باد دیں کہ اللہ نے ایک بار پھر ہمیں اس عظیم سعادت سے نوازا ہے، ہمیں اس حقیقت کا بھی احساس رہنا چاہئے کہ محض مبارک باد دینا اور مبارک باد وصول کرنا کافی نہیں ہے بلکہ اس ماہ مبارک کی عظمتوں کو اپنے دل کی دنیا میں بسا لینا بھی ضروری ہے، اس مہینے تک ہمیں مہلتِ نفَس یونہی نہیں ملی کہ ہم محض لفظوں سے اس کا استقبال کر کے بیٹھ رہیں اور یہ سوچتے رہیں کہ ہم نے اس مہینے کا حق ادا کر دیا ہے، بلکہ ہمیں یہ موقع اس لیے دیا گیا ہے کہ گذرے ہوئے ماہ وسال میں جو گناہ ہم سے سرزد ہوئے ہیں ان پر معافی مانگ لیں کہ اللہ نے مغفرت کے دروازے کھول رکھے ہیں، سچے دل سے توبہ کرنے والا کوئی شخص ناکام ونامراد واپس نہیں کیا جائے گا، آنے والی زندگی میں نیکیوں کا رنگ بھرنے کے لیے بھی ہمیں پُرعزم ہونا چاہئے، یہی اس مہینے کا حق ہے، اس مہینے کی

سعادتوں کا کیا ٹھکانہ، اللہ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم بلکہ اپنی تمام آسمانی کتابوں کے نزول کے لیے اس ماہ مبارک کا انتخاب فرمایا، نزول قرآن کا ذکر تو خود قرآن کریم میں ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ (البقرہ: ۱۸۵) ''رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لیے ذریعۂ ہدایت ہے'' یوں تو قرآن کریم کی آیات حسب موقع اور حسب ضرورت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلسل تئیس برس تک نازل ہوتی رہیں لیکن رمضان کے مہینے کی شب قدر میں یہ کتاب عظیم مجموعی طور پر بہ یک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (القدر: ۱) ''بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے''۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ (الدخان: ۳) ''ہم نے اس کتاب کو ایک برکت والی رات (یعنی شب قدر) میں اتارا ہے ہم اس کے ذریعے آگاہ کرنے والے تھے'' کیا عجب ہے کہ نزول قرآن کی رات کو ہزار مہینوں کی تیس ہزار راتوں سے افضل قرار دینے کی منجملہ وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی رہی ہو کہ اس رات میں انسانیت کی رہ نمائی کے لیے کتاب ہدایت اتاری گئی، جس طرح یہ کتاب تمام کتابوں میں افضل ترین کتاب ہے اسی طرح یہ رات بھی تمام راتوں کے مقابلے میں افضل قرار دے دی گئی۔

کوئی تو وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بے تابی کے ساتھ اس ماہ مبارک کا انتظار فرمایا کرتے تھے، اور جب رجب کا مہینہ شروع ہو جاتا تو وفور شوق میں آپ کی زبان مبارک سے یہ دعائیہ الفاظ ادا ہونے لگتے: اللّٰهم بارك لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۹/۱۳۹، رقم الحدیث: ۴۰۸۶) ''اے اللہ ہمیں رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکتیں عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دے''، جیسے ہی رمضان شروع ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا عالم دیدنی ہوتا، خوشی اور مسرت کی اس کیفیت کا اندازہ ان الفاظ سے ہوتا ہے جو آپ صحابۂ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے ادا فرماتے: اتاكم رمضان سيد الشهور فمرحبا به واهلا ''مہینوں کا سردار رمضان تمہارے پاس آچکا ہے ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں'' یہ بھی ارشاد فرماتے: اتاكم رمضان، شهر بركة فيه خير يغشيكم الله فيه فتنزل الرحمة وتحط الخطايا، ويستجاب فيه الدعاء، ينظر الله إلى تنافسكم، ويباهي بكم ملائكته فأروا الله من انفسكم خيرا فان الشقي من حرم فيه رحمة الله عزوجل (مسند الشامیین للطبرانی: ۶/۴۲۹، رقم الحدیث: ۲۱۸۸) ''تمہارے پاس برکتوں کا مہینہ رمضان آچکا ہے، اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے دامان رحمت میں ڈھانپ لے گا، غلطیوں سے درگزر فرمائے گا اور دعائیں قبول کرے گا، اللہ اس مہینے میں عبادتوں میں تمہاری مقابلہ آرائی پر نظر رکھے گا، اور جب (تم ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرو گے تو) ملائکہ کے سامنے تم پر فخر کرے گا، اس لیے تم اللہ کو اپنی نیکیاں دکھلانے کی کوشش کرو، حقیقی معنی میں بد بخت وہ شخص ہے جو اللہ کی رحمت سے محروم رہ گیا''۔

بزرگان دین کی نظر میں رمضان کے مہینے کی اس قدر

اہمیت تھی کہ وہ رمضان کے گزرنے کے بعد چھ مہینے تک تو یہ دعائیں مانگتے رہتے کہ اے اللہ جو ٹوٹی پھوٹی عبادتیں ہم نے رمضان میں کی ہیں انہیں اپنے فضل وکرم سے قبول فرمالے، اور باقی چھ مہینے یہ دعا کرتے رہتے کہ اے اللہ ہمیں آنے والے رمضان تک زندہ رکھئے تاکہ جو گناہ ہم سے دانستہ یا نادانستہ سرزد ہو چکے ہیں ہم ان کی معافی چاہ لیں اور تیرے ذکر کے نور اور تیری عبادت کے اُجالے سے اپنے دل کے نہاں خانوں کی تاریکیاں دور کرلیں۔

اس کے برعکس ہمارا حال یہ ہے کہ جب رمضان رخصت ہو جاتا ہے تو ہم دوبارہ اسی زندگی کی طرف لوٹ جاتے ہیں جو ہم جی رہے تھے، ایک لمحے کے لیے بھی ہمیں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم جانے والے رمضان پر افسردہ ہوں اور آنے والے رمضان تک زندہ رہنے کی دعا مانگیں، پھر جب خوش قسمتی سے رمضان ہمارے دروازے پر دستک دیتا ہے تو ہم اس کے استقبال کے لیے تیار نہیں ملتے، اور اگر تیار ہوتے بھی ہیں تو ہماری تیاری کا نہج بالکل دوسرا ہوتا ہے، گھروں کو سجاتے سنوارتے ہیں، نئے نئے کپڑے سلواتے ہیں، کھانے پینے کے لوازمات کے حصول کے لیے بازاروں کے چکر لگاتے ہیں، اور اسے ہی رمضان کی تیاری سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ رمضان کی تیاری نہیں ہے، نہ یہ اس کا استقبال ہے اور نہ اس کو خوش آمدید کہنا ہے۔

رمضان کی تیاری اور اس کا استقبال تو یہ ہے کہ رمضان کی آمد سے بہت پہلے سے ہم اس کی آمد کی دُعا کرنے لگیں، جس طرح ہم اپنے کسی عزیز ترین شخص کی آمد کے لیے بے قرار رہتے ہیں، اور اس سے ملنے کو بے تاب اور مشتاق رہتے ہیں اسی طرح اس مہینے کے لیے بھی بے قرار رہیں اور اس کا بھی انتہائی شوق کے ساتھ انتظار کریں، بلکہ اس کی آمد کا ایک ایک لمحہ گن گن کر گزاریں، اور یہ سوچ سوچ کر پریشان رہیں کہ ایسا نہ ہو کہ رمضان کی آمد سے پہلے ہی ہماری آنکھیں بند ہو جائیں اور ہمیں رمضان کی پہلی رات بھی نصیب نہ ہو، جس کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اذا جاء شهر رمضان فتحت أبواب الجنة وغلقت ابواب النار وصفدت الشياطين ونادى مناد يا طالب الخير هلم ويا طالب الشر اقتصر (المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲/۶۴) ''جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو جنت کے تمام دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، جہنم کے تمام دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا، شیاطین کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں اور ایک اعلان کرنے والا (فرشتہ) یہ اعلان کرتا ہے کہ اے خیر کے متلاشی آگے بڑھ، اے شر کے طلب گار پیچھے ہٹ، اللہ تعالیٰ ہر رات جہنم سے لوگوں کو آزاد کرتا ہے'' رمضان پانے کی یہ تمنا اس لیے بھی ہونی چاہئے ہوسکتا ہے کہ رمضان کی راتوں میں جہنم سے آزادی کا پروانہ حاصل کرنے والوں میں اس کا نام بھی شامل ہو جائے۔

رمضان شروع ہو رہا ہے، ہوسکتا ہے اللہ اپنے فضل وکرم سے آج کی رات کو رمضان کی پہلی رات بنا دے، جب رمضان کا چاند نمودار ہو تو ہماری زبانوں پر یہ الفاظ ہونے چاہئے: اللّٰهم اهلله علينا باليمن والإيمان والسلامة

والاسلام ربی وربك اللّٰه (سنن الترمذی:۱۱/ ۳۴۷، رقم الحدیث:۳۳۷۳) ''اے اللہ اس چاند کو ہماری زندگی کے افق پر خیر وبرکت، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما، میرا اور تمہارا رب اللہ ہے'' پھر جب ہم رمضان کے مہینے میں قدم رکھیں تو اللہ کے حضور شکر گزاری کے جذبات کے اظہار کے لیے سجدہ ریز ہوجائیں کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں یہ دولتِ بے بہا بخشی ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ: جسے کوئی ظاہری نعمت عطا ہو، یا اس کی زندگی سے کوئی مصیبت دور ہوجائے تو اسے اظہار تشکر کے لیے سجدہ ریز ہوجانا چاہئے یا اللہ کے شایان شان تعریفی کلمات ادا کرنے چاہئیں (کتاب الاذکار) ہم صرف دعا مانگنے اور سجدۂ شکر ادا کرنے پر ہی قناعت نہ کریں بلکہ اپنی حرکات وسکنات، اپنے اعمال وافعال اور اپنے الفاظ وکلمات سے بھی اس خوشی کا اظہار کریں جو رمضان کی صورت میں میسر ہوئی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرامؓ رمضان کی آمد پر بے پناہ خوش ہوا کرتے تھے، اور ایک دوسرے کو تہنیت پیش کرکے اس خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے، اس کے بعد یہ عزم کریں کہ اللہ نے اپنی مہربانی سے ہمیں جو موقع عطا کیا ہے ہم اسے غنیمت تصور کریں گے، اور اس مہینے کے ایک ایک لمحے کو خدا کی رضا اور اس کی خوشنودی کی طلب میں گزارنے کی کوشش کریں گے، اللہ کے بندے جب صدق دلی کے ساتھ کسی بات کا عزم کرلیتے ہیں تو اللہ بھی اس عزم کے مطابق آسانیاں پیدا فرمادیتا ہے، قرآن کریم میں ایسے ہی پُرعزم اور صادق الوعد اور صادق القول بندوں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا: فَلَوْا صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (محمد:۲۱) ''پس اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہیں تو یہ ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے'' اس عزم کے ساتھ ہی ہم نئی زندگی میں قدم رکھتے ہیں جس کے اپنے مخصوص تقاضے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم ان تقاضوں کی تکمیل کریں، اگر ان تقاضوں سے واقفیت نہیں تو کچھ وقت اس کے لیے نکالیں اس مہینے کی خاص عبادت روزے رکھنا ہے، ہمیں روزے کے تمام ضروری احکام کا علم ہونا چاہئے، قیامت کے روز لاعلمی کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے بے شمار اہل علم بندے موجود ہیں جن سے پوچھ کر ہم اپنی لاعلمی دور کرسکتے ہیں، قرآن کریم میں ہے: فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ (الانبیاء:۷) ''اگر تم کو یہ بات معلوم نہ ہو تو اہل علم سے دریافت کرلو''۔

ہم رمضان کا استقبال اس عزم وارادے سے کریں کہ گذری ہوئی زندگی کی لغزشوں اور گناہوں کی معافی اور توبہ واستغفار کے یہ چند دن اور چند راتیں جو خوش قسمتی سے ہمیں حاصل ہوئی ہیں ان کو اسی مقصد میں صرف کریں گے، یہ توبہ کی قبولیت کا مہینہ ہے، امید ہی نہیں یقین ہے کہ ہماری آنکھوں سے ٹپکنے والے ندامت کے قطرے گناہوں کی گندگی اس طرح دھو ڈالیں گے جس طرح پانی کپڑوں کا میل کچیل دور کرکے انہیں صاف شفاف بنادیتا ہے، اگر ہم نے اس مہینے میں بھی توبہ کے لیے اپنے ہاتھ نہیں پھیلائے، اور ندامت کے آنسوؤں سے اپنا دامن تر نہ کیا تو کب کریں گے، ارشاد ربانی ہے: وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (النور:۳۱) ''اے مؤمنو! تم سب کے سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح یاب ہوجاؤ'' گویا ہماری فلاح کا راز توبہ کے الفاظ میں مضمر

ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اس راز سے کون واقف ہوتا، روایات میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے: إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ سَبْعِينَ مَرَّةً (المعجم الکبیر للطبرانی:۱۹/۲۶۹) "میں دن بھر میں اللہ سے ستر مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں" جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے استغفار فرمایا کرتے تھے، ہمارا تو کوئی لمحہ بھی توبہ واستغفار سے خالی نہ ہونا چاہئے خاص طور پر رمضان کی مبارک ساعتوں میں تو ہمیں زیادہ سے زیادہ توبہ کرنی چاہئے کیوں کہ اس مہینے میں قبولیت کے دروازے چوپٹ کھلے ہوتے ہیں۔

اعمال کی قبولیت کا مدار اخلاص پر ہے، یہ پہلو ہماری نگاہوں سے اوجھل نہ ہوجائے، اخلاص عبادات کی روح اور اعمال صالحہ کے لیے قبولیت کی کنجی ہے، اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ہر عمل صرف اللہ کے لیے ہو، غیر کے تصور سے پاک، ہر طرح کی ریاکاری اور نام ونمود کی خواہش سے دور، اس آیت میں ایسا ہی عمل مطلوب ہے اور اسی کو لقاء رب کی شرط قرار دیا گیا ہے: "فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا (الکہف:۱۱۰) "سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے وہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے"

رمضان میں فرائض کے ساتھ ساتھ واجبات اور سنن ومستحبات کا اہتمام بھی ہونا چاہئے، یہ مہینہ اجر وثواب کی زیادتی کا مہینہ ہے، اس مہینے میں ہمارا ایک عمل دوسرے مہینوں کے اعمال کے مقابلے میں ستر گنا اجر وثواب لے کر آتا ہے، کوشش یہ ہونی چاہئے کہ کم از کم اس ایک مہینے کے لیے تو ہم اپنی زندگی کو اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھال لیں، ہوسکتا ہے اس کی برکت سے ہماری باقی زندگی بھی سنت کے سانچے میں ڈھل جائے، مسجد میں با جماعت نمازوں کا اہتمام، تہجد کی ادائیگی، تلاوت قرآن کریم، زبان، کان، آنکھ اور دوسرے تمام اعضاء کو گناہوں سے روکنے کی بھرپور کوشش، صدقہ وخیرات کے ذریعے غریبوں اور ناداروں کی مدد، یہ وہ نیکیاں ہیں جو ہم آسانی کے ساتھ اس مہینے میں انجام دے سکتے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: "سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ جود وسخا والے تھے اور رمضان میں جب آپ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر قرآن کریم کا دور فرماتے تو آپ کی یہ سخاوت اور بڑھ جاتی اور آپ ہوا کے تیز جھونکوں سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ صدقہ وخیرات فرماتے" (صحیح البخاری:۶/۴۷۰، رقم الحدیث:۱۷۶۹)۔

رمضان کا یہ بابرکت مہینہ بس شروع ہوا ہی چاہتا ہے آیئے ہم جائزہ لیں کہ ہم نے اس کے استقبال کے لیے خود کو کس حد تک تیار کیا ہے، یہ تیس دن اور تیس راتیں ہم کس نظام کے تحت اور کس لائحۂ عمل کے ساتھ گزارنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس احتساب کے ذریعے ہی ہم رمضان کا بہتر استقبال کرسکتے ہیں، اور اس مہینے کے فیوض وبرکات سے کما حقہ مستفید ہوسکتے ہیں۔

ماہ رمضان کی آمد

استقبال اور نظام العمل

...... ● مفتی محمد صادق حسین قاسمی

دنیا کا دستور ہے کہ جب کوئی خاص مہمان کسی کے یہاں آتا ہے تو اس کے استقبال کی بھرپور تیاریاں کی جاتی ہیں، خاطر مدارات کا پورا پورا خیال کیا جاتا ہے اور جب آنے والا مہمان کسی حکومت کا نمائندہ اور کسی مملکت کا فرماں روا ہو تو پھر اس کے اہتمام میں تمام تر توانائیوں کو صرف کیا جاتا ہے اور ہر ممکن اس کے شایان شان استقبال کرنے کی فکر ہوتی ہے اور پورے زمانہ قیام تک اس کا غیر معمولی پاس ولحاظ کیا جاتا ہے۔ جب دنیا کسی مہمان کا اتنا خیال کیا جاسکتا ہے پھر جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا مہمان ہو اور جو پروردگار عالم کی جانب سے انسانوں کو نوازنے اور ان کے دامن مراد کو بھرنے کے لئے مہمان بن کر آتا ہو تو اس کا کس قدر اہتمام ہونا چاہئے اور اس کے استقبال کی کیسی فکر ہونی چاہئے؟

ماہِ رمضان المبارک بھی ایک عظیم الشان مہمان ہے جو انسانوں کے اجر وثواب کو بڑھانے، گناہوں کو معاف کرنے، نیکیوں کی راہوں کو ہموار کرنے، بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے، جذبہ اطاعت وعبادت کو پروان چڑھانے، ذکر ومناجات کی لذتوں کو پیدا کرنے، تلاوت قرآن کے نورانی ماحول کو عام کرنے، ایثار و ہمدردی کے جذبوں کو بیدار کرنے، رضائے الٰہی کے شوق اور اس کی فکر کو بے تاب کرنے، راتوں کو خدا کے سامنے کھڑا کرنے اور دن میں حکم الٰہی کی بجا آوری میں خواہشات کو قربان کرنے کی مشق کرانے کے لئے مہمان بن کر آتا ہے اور رحمت الٰہی سے سب کے لئے بہت کچھ لٹا کر جاتا ہے۔

نبی کریمؐ بھی رمضان المبارک کی آمد سے قبل اس کے انتظار میں رہا کرتے تھے اور لوگوں کو اس کی اہمیت وعظمت سے آگاہ فرمایا کرتے تھے، رمضان المبارک کو کیسے گزارا جائے اور اس کی قدر دانی کس طرح کی جائے اس کی ہدایات اور تعلیمات دیا کرتے تھے۔ آپؐ کو ماہِ رمضان کی آمد کی فکر رجب المرجب کے مہینہ سے شروع ہو جاتی تھی اور جوں ہی رجب کے مہینہ کا آغاز ہوتا تو آپؐ کی دعاؤوں میں ان دعاؤوں کا اضافہ ہو جاتا کہ اے اللہ! ہمارے لئے رجب وشعبان میں برکت عطا فرما اور رمضان کے مہینہ تک ہمیں پہنچا۔ (مسند احمد: ۲۲۵۷) رمضان المبارک کو بھرپور انداز میں گزارنے کے لئے آپؐ شعبان کے آخری عشرہ سے اہتمام شروع فرما دیا کرتے تھے اور روزہ رکھنے سے منع فرماتے کہ کہیں رمضان المبارک میں ناتوانی اور کمزوری کے اثرات ظاہر نہ ہو جائیں۔ آپؐ نے رمضان المبارک کے استقبال کے سلسلہ میں مختلف موقعوں پر صحابہ کرام کو گراں قدر نصیحتیں فرمائیں

اور اس کی اہمیت سے روشناس فرمایا۔ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ: تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آرہا ہے پس تم اس کے لئے تیاری کرو اور اپنی نیتوں کو صحیح کرو اور اس کا احترام اور تعظیم کرو ،اس لئے کہ اس مہینہ کا احترام اللہ تعالی کے نزدیک بہت عظیم احترام والی چیزوں میں سے ہے۔(کنز العمال :)ایک موقع پر نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت یہ تمنا کرے گی کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے۔(فضائل الاوقات للبیہقی :۴۱) اس کے علاوہ بے شمار خوبیاں رمضان کی بیان کی گئیں اور آپؐ نے اس کا اہتمام کرنے کی تعلیم دی۔

عام طور پر ہمارے پاس ماحول ہے کہ رمضان کی آمد سے پہلے بہت فکر ہوتی ہے،اس کا بھر پور استقبال کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، مختلف جلسے اور اجتماعات استقبال رمضان کے عنوان سے منعقد ہوتے ہیں، بیانات اور خطابات ہوتے ہیں اور پھر جب ماہ مبارک کی آمد ہو جاتی ہے تو ابتدائی چند دنوں تک بڑا جوش وخروش بھی پایا جاتا ہے، مسجدیں تنگ دامنی کا شکوہ کرتی ہیں ،تلاوت قرآن کا نورانی ماحول اور عبادتوں کا دلنواز منظر آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشتا ہے، دینی شوق وجذبہ قابل تعریف نظر آتا ہے لیکن جوں ہی چند دن اور بڑی مشکل سے پہلا عشرہ گزرنے نہیں پاتا کہ جذبات سرد اور فکر وشوق ماند پڑ جاتے ہیں، اور ایک بڑی تعداد معمول کے مطابق روزہ کر لینے ہی کو کافی سمجھتے ہوئے باقی عبادات کی جانب سے منہ پھیر لیتی ہے، مسجدیں خالی ہونے لگ جاتی ہیں اور لوگ بازاروں کا رخ کرنے لگتے ہیں۔

اتنے عظیم الشان ماہِ مہمان کے ساتھ ہمارا ناروا سلوک آئے دن بڑھتا ہی جارہا ہے۔لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ استقبال رمضان یہ ہے کہ چند جلسوں میں شرکت کر لی جائے اور کچھ علماء کے مواعظ کو سن لیا جائے بس یہی کافی ہے !!جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رمضان المبارک کا استقبال صرف یہی نہیں ہے بلکہ اس کا حقیقی استقبال اور اس کی آمد کی صحیح فکر یہ ہے کہ پورے رمضان المبارک کو ایک مکمل نظام العمل کے ساتھ گزارنے کا لائحہ عمل بنایا جائے ،ایک ایک لمحہ کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ رمضان المبارک کو اچھے انداز میں گزارنے کے لئے علمائے کرام نے جن باتوں کی طرف توجہ دلائی اور جن کاموں کو کرنے کی ترغیب دی ہے ان کو مختصراً یہاں نقل کیا جاتا ہے:

☆ رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے ہی اس کے استقبال اور طلب کے لئے دل سے آمادہ ہو جائیں۔

☆ اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کریں۔

☆ دنیوی مشاغل اور مصروفیات کو کم کرنے کی کوشش کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ نیکیوں کے موسم سے فائدہ اٹھا سکیں۔

☆ رمضان المبارک اور خاص کر روزے میں ہر قسم کے گناہوں سے آنکھ، کان، ناک، دل، دماغ اور دوسرے اعضاء کو بچائیں۔

☆ عورتوں کو وقت کی پابندی اور مردوں کو باجماعت نماز کا اہتمام کرنا چاہئے۔

☆ جس قدر ہو سکے قرآن کریم کی تلاوت کریں۔

☆ اللہ تعالیٰ سے ہر خیر کو مانگتے رہیں اور خاص کر جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ مانگتے رہیں۔

☆ حسب استطاعت صدقہ وخیرات کا اہتمام کریں۔

☆ ممکن ہوتو آخری عشرہ کا اعتکاف کریں۔

☆ ہر ممکن نیکیوں کے حصول میں سرگرداں رہیں اور ہر برائی اور گناہ سے اور اوقات کو ضائع ہونے سے بچائیں۔

نبی کریمؐ نے فرمایا کہ: اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو جن میں دو چیزیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو، اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تم کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتے وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے، اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۸۵) حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ فرماتے ہیں کہ: رمضان شریف میں دو عبادتیں سب سے بڑی ہیں: ایک تو کثرت سے نمازیں پڑھنا (اس میں تراویح کی نماز شامل ہے اور اس کے علاوہ تہجد کی چند رکعات ہوجاتی ہیں، پھر اشراق چاشت اور اوّابین کا خاص طور اہتمام ہونا چاہئے) دوسرے تلاوت کلام پاک کی کثرت جتنی بھی توفیق ہو۔

بہر حال ماہِ رمضان المبارک سے قبل ہی اس کی آمد کی بھرپور تیاری کی جانی چاہئے اور اس کو گزارنے کے لئے ایک مستقل نظام العمل بنانا چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ رحمت الٰہی سے فیضیاب ہوا جاسکے۔

❀ ❀ ❀

رمضان آگیا ہے

لے کر خدا کی رحمت رمضان آگیا ہے
ہر شئے میں ہوگی برکت رمضان آگیا ہے
رب کی رضا کی خاطر، روزے کا کر ارادہ
وہ دے گا تجھ کو طاقت رمضان آگیا ہے
ہر پل عبادتوں سے میرے تمہارے دل میں
رب کی بڑھانے الفت رمضان آگیا ہے
احکام کی خدا کے، چھوٹے بڑے دلوں میں
بڑھ جائے گی عقیدت رمضان آگیا ہے
یہ عمر بھر کریں گے ہم نے جو رکھے روزے
ایمان کی حفاظت ،رمضان آگیا ہے
اس ماہ جو کرے گا ہر پل کی تیری نیکی
رکھے گا وہ امانت رمضان آگیا ہے
اسکے کرم سے ہرنے، بندوں کی اس کے کرنے
آسان ہر صعوبت رمضان آگیا ہے
افطار میں دعائیں، ہوتیں قبول ساری
جانو وہ پل غنیمت رمضان آگیا ہے
فطرہ، زکوٰۃ بانٹو نادار و مفلسوں میں
برسے گی رب کی رحمت رمضان آگیا ہے
توبہ قبول ہوگی شام و سحر کریں گے
اس رب کی ہم اطاعت رمضان آگیا ہے
پھیلے گا نور اس سے تم صبح و شام کرنا
قرآن کی تلاوت رمضان آگیا ہے

نور جمشید پوری

❀ ❀ ❀

رمضان، نزولِ رحمتِ پروردگار کا موسم

.... ● مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

اہلِ ایمان ہمیشہ ہی سے رمضان المبارک کی آمد کیلئے خود کو ماہِ شعبان المعظم ہی سے تیار کرتے آئے ہیں۔ ایمان والوں کو رمضان المبارک کے آنے سے خوشی اور اِسکے جانے کا غم ہوتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ رمضان المبارک ایسا مہمان ہے جو خالی ہاتھ نہیں آتا بلکہ اپنے ساتھ انعامات کے بادل بھی ساتھ لاتا ہے۔

جس کی بارش میں نیکوکار ہی نہیں، گنہگار بھی نہاتے ہیں۔ اس ماہ مبارک میں نیکیوں کی بارش ایسے تواتر کیساتھ برستی ہے کہ ایک لحہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں یہ بارشِ انوار نہ برستی ہو۔ ہر دن کے اختتام پر دس لاکھ ایسے مجرموں کو جن پر عذاب لازم ہو چکا تھا وقتِ افطار آزادی کا پروانہ عطا کر دیا جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی االلہ علیہ وسلم کا فرمانِ ہے ”جب ماہ رمضان کی پہلی شب آتی ہے تو جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پورے ماہ ایک بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور اللہ کریم ایک ندا دینے والے کو حکم دیتا ہے کہ یوں ندا دو۔ اے بھلائی کے طلبگار و آگے بڑھو، اے برائی کے پرستار و پیچھے ہٹو۔

پھر فرماتا ہے، ہے کوئی بخشش کا طلبگار کہ اُسے بخش دیا جائے؟ ہے کوئی مانگنے والا کہ جو مانگے عطا کیا جائے؟ ہے کوئی تُوبہ کرنے والا تا کہ اُس کی تُوبہ قبول کی جائے صبح طلوع ہونے تک اِسی طرح صدائیں دی جاتی ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی رحمتؐ نے شعبان المعظم کے آخری دن ارشاد فرمایا: اے لوگوں! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ کر رہا ہے، اس میں لیلتہ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کیئے اور رات کا قیام نفلی (عبادت) ہے جس نے اس ماہ میں ایک نیکی کی گویا اس نے دوسرے مہینے میں فرض ادا کیا اور جس نے اس ماہ میں ایک فرض ادا کیا گویا اس نے دوسرے مہینے میں 70 فرض ادا کیئے، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ مواسات کا مہینہ ہے، اِس میں ایماندار کی روزی فراخ کر دِی جاتی ہے جس نے اِس ماہِ مُبارک میں کسی کا روزہ اِفطار کروایا، اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ہے اور اس کے گناہوں کیلئے معافی ہے۔

یہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ جس میں گنہگاروں کے دل اللہ کریم کی جانب مائل ہو جاتے ہیں اور ہزار ہا گنہگار اس موسم بہار کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے گناہوں سے تائب ہو جاتے ہیں یہ وہ ماہ مبارک ہے کہ جس کے سبب مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں۔ مومنین کو شیاطین سے نجات مل جاتی ہے گھروں سے قرآن مجید کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

لیکن آہ افسوس صد افسوس! بہت سے ایسے بدنصیب مسلمان بھی ہوتے ہیں کہ اس مہمان کا ادب نہیں کر پاتے اور فسق و فجور کی زندگی کو نہیں چھوڑ پاتے، اپنی زندگی میں فیضان رمضان

سے استفادہ نہیں کر پاتے جن کے شب و روز میں کوئی انقلاب برپا نہیں ہوتا۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو ابتدائے رمضان میں تو خوب جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن جوں جوں ماہ رمضان گزرتا ہے واپس نفسانی خواہشات کا شکار ہوجاتے ہیں جسکی وجہ سے مسجدوں کی رونقیں معدوم ہونے لگتی ہیں، تراویح کی قطاروں میں کمی آنے لگتی ہے اور پھر وہی لہوولعب کا بازار گرم ہوجاتا ہے۔

آیئے عہد کریں کہ اس سال ہم اس شان سے ماہ صیام کا استقبال کریں گے کہ انشاء اللہ ماہ شعبان سے ہی اپنے گناہوں سے آلودہ جسموں کو رمضان کے استقبال کیلئے نیکیوں کی جانب مائل کریں گے، ابھی سے عبادت پر کمر باندھیں گے، اللہ کریم سے مدد لیتے ہوئے اگر نماز نہیں پڑھتے تو نماز کی پابندی کریں گے، جھوٹ سے خود کو بچائیں گے اپنی زبان، اپنی نگاہوں کی، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں گے تاکہ ہم رمضان الکریم کا استقبال اس کے شایان شان طریقے سے کرسکیں۔

خالق کائنات کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں ماہ رمضان المبارک جیسی نعمت بے بہا سے سرفراز فرمایا، اس ماہ کا ہر لمحہ رحمت وعنایت سے سب لبریز ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی عبادت اور نیک کام کا اجر وثواب نہ صرف بڑھ جاتا ہے بلکہ نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا کردیا جاتا ہے۔ رحمت خداوندی کا یہ عالم ہے کہ روزہ دار کا سونا چلنا، اٹھنا بیٹھنا الغرض ہر فعل عبادت میں شمار کیا جاتا ہے۔ عرش اٹھانے والے فرشتے روزہ دار کی دعاء پر آمین کہتے ہیں، اور مچھلیاں روزہ دار کیلئے افطار تک دعاء مغفرت کرتی رہتی ہیں۔

عبادت کا دروازہ:

روزہ باطنی عبادت ہے کیوں کہ ہمارے بتائے بغیر کسی کو یہ علم نہیں ہوسکتا کہ ہمارا روزہ ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ باطنی عبادت کو زیادہ پسند فرماتا ہے، ایک حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ عبادت کا دروازہ ہے۔ (الجامع الصغیر:۱۴۶)

روزہ کی تعریف:

روزہ کو عربی زبان میں ''صیام'' کہتے ہیں جس کا مادہ صوم ہے جس کا معنی باز رہنا، چھوڑنا اور سیدھا ہونا ہے، شریعت میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانا پینا اور شہوات نفس سے رک جانے کا نام صوم یعنی روزہ ہے۔ روزہ صرف بھوکے رہنے کا نام نہیں ہے، بلکہ روزہ ہر اس فعل کا نام ہے جو انسان کے نفس پر بوجھ ڈالے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو جھوٹی باتیں اور برے کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے کو چھوڑ دینے کی کوئی پرواہ نہیں''۔ (بخاری)

رمضان المبارک کے حروف اور اس کی خصوصیت:

رمضان المبارک میں پانچ حروف (ر۔م۔ض۔الف۔ن) میں ر۔ سے مراد رحمت الٰہی، م۔ سے مراد محبت الٰہی ہے، ض۔ سے مراد ضمان الٰہی، الف۔ سے مراد امان الٰہی اور ن۔ سے مراد نور الٰہی۔ یعنی روزہ، تراویح، تلاوت قرآن، اعتکاف اور شب قدر یہ رمضان المبارک کی مخصوص عبادتیں ہیں جو کوئی خلوص دل سے ان پانچ عبادات کی ادائیگی کرے گا وہ مذکورہ پانچوں انعامات کا مستحق ہوگا۔

20 رکعات تراویح:

دس سلاموں کے ساتھ ۲۰ رکعات تراویح اصحاب

رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ائمہ اربعہ اور جمہور علماء اہل سنت و الجماعت کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، اس کا حکم بھی حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے، رمضان المبارک میں بہت سے لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ جلد سے جلد آٹھ دس دن میں کلام مجید سنالیں، پھر چھٹی۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں الگ الگ سنت ہیں۔ تمام کلام اللہ کا تراویح میں پڑھنا یا سنانا ایک اور پورے رمضان کی تراویح مستقل ایک سنت ہے۔

مذکورہ صورت میں ایک سنت پر تو عمل ہو جاتا ہے مگر دوسری سنت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ البتہ رمضان المبارک میں سفر وغیرہ یا کسی وجہ سے ایک جگہ تراویح پڑھنی مشکل ہو تو مناسب ہے کہ قرآن شریف چند روز میں سن لیں، پھر جہاں موقع ملے تراویح پڑھ لیا جائے۔

اعتکاف:

رمضان المبارک میں اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے، معتکف کی مثال اس شخص کی ہے کہ کسی کے در پر جائے اور یہ کہے کہ جب تک میری درخواست قبول نہ ہوٹلوں گا نہیں۔ ابن قیمؒ کے بقول ''اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ کی ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے''۔

صاحب مراقی الفلاح کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال میں سے ہے، اعتکاف کیلئے سب سے افضل جگہ مسجد حرام پھر مسجد نبوی، پھر بیت المقدس ان کے بعد مسجد جامع پھر اپنی مسجد۔

شب قدر:

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو بہت خیر و برکت والی ہے، قرآن پاک میں اس رات کو ''لیلۃ القدر خیر من الف شھر'' (ہزار مہینوں سے افضل) بتایا گیا ہے، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے، جو شخص یہ رات عبادت میں گزار دے گویا اس نے تراسی سال اور چار مہینے سے زیادہ کا عرصہ عبادت میں گزار دیا۔ اور یہ بھی صحیح معلوم نہیں کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینے سے کتنے مہینے زیادہ افضل ہے۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے قدر دانوں کیلئے یہ نعمت بے بہا مرحمت فرمائی ہے، جو پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کیلئے) کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

صدقۃ الفطر:

صدقۃ الفطر ہر اس آزاد مسلمان پر واجب ہے جو بنیادی ضروریات (مکان، لباس، سواری، ضروری ہتھیار وغیرہ) سے زائد نصاب کا مالک ہو اس میں عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ صدقۃ الفطر صرف اس شخص پر ہے جس کے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، حالانکہ یہ درست نہیں زکوٰۃ صرف سونے، چاندی، مال تجارت اور نقدی میں فرض ہوتی ہے جبکہ صدقۃ الفطر کے نصاب میں زائد ضروریات اشیاء نصاب (۶۱۲،۳۵ گرام چاندی یا ۴۷۹، ۸۷ گرام سونے کی قیمت) کی مقدار میں ہیں یا اموال زکوٰۃ مقدار نصاب سے کم مالیت کے ہیں لیکن زائد از

ضرورت اشیاء کو ملانے سے ان کی مجموعی مالیت نصاب کو پہنچ جاتی ہے تو ان دونوں صورتوں میں صدقۃ الفطر ادا کرنا واجب ہے۔

صدقۃ الفطر جب چاہیں دے سکتے ہیں، لہٰذا رمضان کے مہینے سے پہلے پہلے ادا کرنا بھی صحیح ہے بلکہ اگر کئی سالوں کا صدقۃ الفطر ایک ساتھ دے تو بھی جائز ہے۔

زکوٰۃ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''جو شخص مال کی زکوٰۃ ادا کردے تو اس کا مال شر اس سے جاتا رہتا ہے'' ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا''۔

مالداروں کے مال میں حق:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسلمان مالداروں پر ان کے مال میں اتنا حق (یعنی زکوٰۃ) فرض کیا ہے جو ان کے غریبوں کو کافی ہو جائے اور غریبوں کو بھوکے، ننگے ہونے کی جب کبھی تکلیف ہوتی ہے۔ مالداروں ہی کی (اس کرتوت کی) بدولت ہوتی ہے (کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے) یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ان سے (اس پر) سخت حساب لینے والا اور ان کو دردناک عذاب دینے والا ہے۔ (طبرانی اوسط وصغیر)

مال کا طوق:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے، قیامت کے روز وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل بنا دیا جائے گا جس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے (ایسا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے) اور اس کے گلے میں طوق (یعنی ہار) کی طرح ڈال دیا جائے گا اور اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیری جمع ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تصدیق میں) یہ آیت پڑھی (**ولا یحسبن الذین یبخلون الخ**) اس آیت میں مال کے طوق بنائے جانے کا ذکر ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی (مقبول) نہیں ہوتی۔

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں:

ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللّٰہ علی ماھدٰکم ولعلکم تشکرون (بقرہ:۱۸۵)

حق جل مجدہٗ کا اس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ رب کریم نے اپنے فضل سے ہمیں رمضان المبارک کا مہینہ عطا فرمایا اور اس مہینے کی برکتوں سے ہمیں نوازا، اور اس میں روزے رکھنے اور تراویح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی، پھر اس مبارک مہینے کے اختتام پر اس مہینے کی انوار و برکات سے مستفید ہونے کی خوشی میں ''عیدالفطر'' عطا فرمائی۔ حدیث شریف میں رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **للصائم فرحتان فرحۃ عند افطار و فرحۃ حین یلقی ربہ۔** (نسائی، کتاب الصیام)

یعنی اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں رکھیں ہیں: ایک خوشی وہ ہے جو افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے، اور دوسری خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ یوم قیامت میں اپنے پروردگار سے جا کر ملاقات کرے گا۔ اصل خوشی تو وہی ہے جو

آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت ہر مومن کو نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ۔

افطار کے وقت کی خوشی:

جبکہ اس آخرت کی خوشی کی تھوڑی سے جھلک اللہ رب العزت نے اس دنیا میں بھی رکھ دی ہے، یہ وہ خوشی ہے جو افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے، پھر یہ افطار دو قسم کے ہیں: ایک افطار وہ ہے جو روزانہ رمضان المبارک میں روزہ افطار کے وقت ہوتا ہے، اس افطار کے وقت ہر روزہ دار کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ دیکھئے! سارے سال کھانے پینے میں اتنا لطف اور اتنی خوشی حاصل نہیں ہوتی ہے جو لطف اور خوشی رمضان المبارک میں افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے، ہر شخص اس کا تجربہ کرتا ہے۔ علماء کرام روزانہ کے اس افطار کو ''افطار اصغر'' کا نام دیتے ہیں۔ اور دوسرا افطار وہ ہے جو رمضان المبارک کے ختم پر ہوتا ہے جس کے بعد عید الفطر کی خوشی ہوتی ہے اس کو ''افطار اکبر'' کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ پورے مہینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل پر روزے رکھنے اور اس کی بندگی اور عبادت کرنے کے بعد حق جل مجدہٗ عید کے دن خوشی اور شادمانی عطا فرماتے ہیں، یہ خوشی آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت حاصل ہونے والی خوشی کی ایک چھوٹی سے جھلک ہے جو رب کریم نے اپنے بندوں کو عید کی شکل میں عنایت فرمائی ہے۔:

''عید الفطر'' روزوں کی تکمیل پر اللہ کا انعام:

جن ایام کو اسلام نے تہوار مقرر فرمایا، ان کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ وابستہ نہیں جو ماضی میں ایک مرتبہ پیش آکر ختم ہو چکا ہو، بلکہ اس کے بجائے ایسے خوشی کے واقعات کو تہوار کی بنیاد قرار دیا جو ہر سال پیش آتے ہیں اور ان کے آمد کی خوشی میں عید منائی جاتی ہے۔ اللہ نے دونوں عیدیں ایسے موقع پر مقرر فرمائی ہیں جب مسلمان کسی عبادت کی تکمیل سے فارغ ہوتے ہیں، چنانچہ عید الفطر رمضان المبارک کے گزرنے کے بعد رکھی ہے کہ میرے بندے پورے مہینے میری بندگی کے اندر مشغول رہے، اور پورے مہینے انہوں نے میرے خاطر کھانا پینا چھوڑے رکھا، نفسانی خواہشات کو چھوڑے رکھا، جبکہ ان کے سامنے فریج کا ٹھنڈا پانی کھانے کے مواقع اور خواہشات نفس پوری کرنے کیلئے شریک حیات کے موجودگی کے باوجود صرف انہوں نے میری رضا کے لئے پورا مہینہ عبادت کے اندر گزارا، اس کی خوشی اور انعام میں یہ عید الفطر مقرر فرمائی۔

''عید الاضحیٰ'' حج کی تکمیل پر انعامات ربانی:

عید الاضحیٰ ایسے موقع پر مقرر فرمائی جب مسلمان ایک دوسری عظیم عبادت یعنی حج کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اس لئے حج کا سب سے بڑا رکن وقوف عرفہ ۹؍ذی الحجہ کو ادا کیا جاتا ہے، اس تاریخ کو پوری دنیا سے آئے ہوئے لاکھوں بندگان خدا میدا عرفات میں جمع ہوکر اللہ تعالیٰ کی عظیم عبادت کی تکمیل کرتے ہیں، اس عبادت کی تکمیل کے اگلے دن یعنی دس ذی الحجہ کو اللہ رب العزت نے دوسری عید مقرر فرمائی۔ اس کے ذریعہ رب کریم نے یہ سبق دیا کہ ماضی کہ وہ واقعات جو ایک مرتبہ پیش آئے اور ختم ہوگئے، وہ واقعات تمہارے لئے عید کی بنیاد نہیں، بیشک تمہاری تاریخ ان واقعات سے جگمگا رہی ہے اور تمہیں ان پر فخر کرنے کا بھی حق پہنچتا ہے، آپ کے آباء واجداد نے یہ تاریخی کارنامے انجام دئے تھے لیکن آپ کیلئے ان کا عمل کافی نہیں، آپ کے لئے آپ کا ہی عمل ضروری ہوگا۔ کوئی شخص آخرت میں صرف اس بنیاد پر نجات نہیں پائے گا کہ میرے

آباء واجداد نے اتنے بڑے کارنامے انجام دئے تھے بلکہ وہاں ہر آدمی کو اپنے کا جواب دینا ہوگا۔ بقول شاعر

عمل کہ اپنی اساس کیا ہے
بجز ندامت کہ پاس کیا ہے
رہے سلامت تمہاری نسبت
میرا تو بس یہی آسرا ہے

محض ماضی کے واقعات پر خوشی و مسرت کا احیاء کرتے رہنا صاحب ایمان کے لئے کافی نہیں بلکہ خود آپ کو اپنے عمل کو دیکھنا ہے، اگر آپ کے اپنے عمل کے اندر اچھائی ہے تو خوشی منایئے اور اگر خرابی و برائی ہے تو سر دھونئے اور ندامت و رنج کا اظہار کرتے رہنا بھی تقاضائے ایمان۔

عید کا دن ''یوم الجائزۃ'' ہے

خیر! یہ عیدالفطر خوشی منانے کا اور اسلامی تہوار کا پہلا دن ہے، حدیث شریف میں اس کو ''یوم الجائزۃ'' بھی قرار دیا گیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورے مہینے کی عبادتوں پر انعام دئے جانے کا دن ہے جو ''مغفرت'' کی شکل میں دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ گزر جانے کے بعد عید کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اصحاب ایمان کی طرف اشارہ کرکے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں۔

انسانوں کی تخلیق پر فرشتوں کے سوال کا جواب:

اس لئے فخر فرماتے ہیں کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا جارہا تھا ان فرشتوں نے اعتراض کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ:

اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک۔ (بقرہ:۳۰)

آپ مٹی کے اس پتلے کو پیدا کررہے ہیں جو زمین پر جاکر فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا اور ایک دوسرے کے گلے کاٹے گا، اور ہم آپ کی تسبیح و تقدس کے لئے کافی ہیں۔

جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

انی اعلم ما لا تعلمون۔ (بقرہ:۳۰)

اس مخلوق کے بارے میں میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں کہ اس مخلوق کے اندر اگرچہ میں نے فساد کا مادہ بھی رکھا ہے، فساد پھیلانے کی صلاحت اس کے اندر موجود ہے، لیکن اس کے باوجود جب یہ مخلوق میرے حکم کی تعمیل کرے گی۔ اور میری عبادت و بندگی بھی کرے گی تو یہ تم سے بھی آگے بڑھ جائے گی۔ کیونکہ تمہارے اندر میں نے فساد کا مادہ ہی نہیں رکھا، چنانچہ اگر تم گناہ کرنا بھی چاہو تو گناہ نہیں کرسکتے، نہ تم کو بھوک و پیاس لگتی ہے، نہ تمہارے دل و دماغ میں جنسی اور نفسانی خواہشات پیدا ہوتے ہیں تمہیں تو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ بس ''اللہ اللہ'' کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے رہو، لیکن اس انسان کو بھوک و پیاس لگے گی، جنسی خواہشات بھی پیدا ہوں گے، جب میں اس مخلوق سے یہ کہہ دوں گا کہ کھانا پینا مت، تو میرے اس حکم کے نتیجے میں انسان سارا دن اس طرح گزار دے گا کہ اندر سے پیاس لگ رہی ہوگی، فرج میں ٹھنڈا پانی موجود ہوگا، کمرے میں کوئی دوسرا انسان دیکھنے والا حائل بھی نہیں ہوگا لیکن اس کے باوجود صرف میرے خوف اور میری عظمت کے خیال سے اور میرے حکم کی اطاعت

میں یہ اپنے ہونٹوں کو خشک کئے ہوئے ہوگا۔ اس صفت کی وجہ سے یہ انسان تم سے بھی آگے بڑھ جائے گا۔

آج میں ان تمام کی مغفرت کردوں گا:

خیر! عیدالفطر کے دن جب مسلمان عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہی فرشتوں کے سامنے جنہوں نے اعتراض کیا تھا، فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے میرے فرشتوں! یہ ہے میرے بندے جو میری بندگی میں لگے ہوئے ہیں، اور بتاؤ کہ جو مزدور اپنا کام پورا کرلے اس کو کیا صلہ ملنا چاہئے؟ جواب میں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جو مزدور اپنا کام پورا کرلے اس صلہ یہ ہے کہ اس کو اس کی پوری پوری مزدوری دے دی جائے، اس میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ اللہ رب العزت پھر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے ہیں، میں نے رمضان المبارک کے مہینے میں ان کے ذمے ایک کام لگایا تھا کہ روزہ رکھیں اور میری خوشنودی کی خاطر کھانا پینا اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دیں۔ آج انہوں نے یہ فریضہ پورا کرلیا اور اب اس میدان کے اندر اکٹھے ہوئے ہیں اور مجھ سے مغفرت چاہنے کے لئے آئے ہیں، اپنی مرادیں مانگ رہے ہیں، میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں، اپنے علو مکان کی قسم کھاتا ہوں کہ آج میں سب کی دعائیں قبول کروں گا اور ان کے گناہوں کی مغفرت کردوں گا اور ان کی برائیوں کو بھی نیکیوں میں تبدیل کردوں گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب روزہ دار عیدگاہ سے واپس جاتے ہیں تو اس حالت میں ہوتے ہیں کہ ان کی مغفرت ہوچکی ہوتی ہے۔

''عیدین'' کی نماز عیدگاہ میں ادا کی جائے:

یہ معمولی انعام نہیں ہے کہ رب کریم پورے مجمع کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز کے لئے اس بات کو سنت قرار دیا کہ مسلمان بڑی سے بڑی تعداد میں کھلے میدان میں آسمان کے نیچے جمع ہوں اور مجمع کثیر ہو، کیونکہ مجمع جب بڑا ہوگا اس مجمع میں نہ جانے کس اللہ کے بندے کی برکت بندگی کی برکت سے اللہ تعالیٰ پورے مجمع عام پر رحمت کی بارش فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی وکریمی تو دیکھئے کہ اگرچہ انعام کے مستحق چند ہی افراد ہوتے ہیں جنہوں نے صحیح معنی میں اللہ کی بندگی کی تھی، لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو مجھ جیسے ناکارہ اور گناہوں سے لت پت بھی اگر وہاں موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ان چند افراد کی تو مغفرت کردوں اور باقی لوگوں کی نہ کروں، یہ میری رحمت سے بعید ہے، لہٰذا سب کو اپنے فضل وکرم سے مغفرت فرمادیتے ہیں۔

(یہ چند اقتباسات ''اصلاحی خطبات'' (مصنف مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی) سے برائے استفادہ عامۃ المسلمین لئے گئے ہیں۔)

قارئین محترم! رمضان المبارک ہی وہ مہینہ ہے جس میں مخیرّ حضرات کی مدارس پر خصوصی توجہ مرکوز رہتی ہے۔ اور ذمہ داران مدارس بھی پورے سال کے مقابلہ رمضان المبارک کے موقع پر زیادہ سے زیادہ بہی خواہان ملت سے ملاقات کرتے ہیں اور اپنے ادارہ کے نصب العین و مقاصد کی تکمیل کیلئے ان سے امداد کی درخواست کرتے ہیں اس مناسبت سے ''معارف قاسم'' کے اس خصوصی شمارہ کے افتتاحیہ میں ''آزادی کے بعد مدارس اسلامیہ کی خدمات'' پر بھی قدرے تفصیل سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

❁ ❁ ❁

رمضان کریم اور ہماری ذمہ داری

پروفیسر خورشید احمد

الله تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے کہ رمضان کا بابرکت مہینہ ہم پر اور اُمت مسلمہ پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ مہینہ اہلِ ایمان کے لئے الله تعالیٰ کے انعامات میں ایک خاص مقام رکھتا ہے اور یہ ہماری بڑی بدنصیبی ہوگی کہ اس مبارک مہینے کو پائیں، الله کی رحمت سے اس میں روزوں کی سعادت بھی حاصل کریں، مگر اس اصل مقصد اور پیغام کے بارے میں غافل رہیں جو اس مہینے اور اس میں انسانیت کو دیئے جانے والے ربانی تحفے کا اصل جوہر ہے۔

روزے کے تین امتیاز:

روزہ الله کے ماننے والے تمام انسانوں کے لئے ہر دور میں فرض کیا گیا ہے اور اس کی بے شمار مصلحتوں میں سے تین کم از کم ایسی ہیں جن کا ہر لمحے شعور از بس ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ روزہ بندے کو اپنے رب سے جوڑتا ہے اور اس سے وفاداری اور صرف اس کی اطاعت کے جذبے پر دل و دماغ کو قانع اور مستحکم کرتا ہے، اور اس کے اس عہد کی تجدید کی خدمت انجام دیتا ہے کہ بندے کا جینا اور مرنا اور عبادات اور قربانیاں سب صرف الله کے لئے ہیں۔ حلال اور حرام کا تعلق صرف الله کی مرضی اور حکم سے ہے۔ جو چیز اُفق پر روشنی کی پہلی کرن آنے تک حلال تھی وہ صرف اس کے حکم سے سورج کے غروب ہونے تک حرام ہوگئی اور سورج کے غروب ہوتے ہی پھر حلال ہوگئی۔ یہ وہ عبادت ہے جس کا حقیقی گواہ صرف الله تعالیٰ ہے۔ ایک شخص دوسروں کے سامنے صائم ہوتے ہوئے بھی تنہائی میں کھا پی سکتا ہے، مگر وہ صرف الله کی خاطر کھانے اور پینے سے جلوت اور خلوت ہر کیفیت میں پرہیز کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود ربِ کائنات نے فرمایا ہے کہ روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ الله سے جڑنا اور الله کی رضا کا پابند ہوجانا اور یہ عہد کرنا کہ ہمیشہ صرف اس کی رضا کا پابند رہوں گا، یہ ہے روزے کا پہلا روشن ترین پہلو۔ یہی وہ چیز ہے جو انسان کی زندگی میں نظم وضبط اور خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دیتی ہے اور اسی کیفیت اور رویے کا نام ہے تقویٰ۔ اسی لئے فرمایا گیا:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کئے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کئے گئے تھے، اس توقع کے ساتھ کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔“ (البقرہ ۲:۱۸۳)

روزے کا دوسرا پہلو وہ ہے جس کا تعلق انسان کے لئے الله تعالیٰ کی ہدایت سے ہے۔ جن انبیائے کرامؑ کو کتاب سے نوازا گیا، ان کو یہ کتاب اس حالت میں دی گئی جب وہ

روزے سے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وحی کا آغاز غارِحرا میں اس وقت ہوا جب آپؐ وہاں مسلسل روزوں کی حالت میں تھے اور اس مقدس کتاب کا آغاز بھی روزے سے ہوا اور اس کی تکمیل ماہِ رمضان میں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مہینہ دراصل قرآن کا مہینہ ہے اور اس کے شب و روز قرآن سے تعلق کی تجدید، اس کی تلاوت، تراویح میں اس کی سماعت اور اس کے پیغام کی تفہیم اور تلقین کے لئے خاص ہیں۔قرآن نہ صرف مکمل ہدایت کا حقیقی مرقع ہے، بلکہ انگلی پکڑ کر ہدایت کی راہ پر انسان کو گامزن کرنے اور خیر وشر میں تمیز کی صلاحیت اور داعیہ پیدا کرنے والی ہدایت ہے۔ارشاد ربانی ہے:

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے، اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔'' (البقرہ:۱۸۵)

بس یہ مہینہ قرآن کا مہینہ ہے اور اس مہینے کا حق یہ ہے کہ ہم پورے شعور کے ساتھ یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ قرآن کیا ہے، اس کی اتھارٹی کی کیا حیثیت ہے، اس کی تعلیمات کی نوعیت کیا ہے، اس سے ہمارا تعلق کن بنیادوں پر استوار ہونا چاہئے اور اس کے پیغام کے ہم کس طرح علم بردار ہو سکتے ہیں تا کہ اللہ کے انعام کا شکر ادا کر سکیں۔ اس موقع کی مناسبت سے ہم قرآن کے مقصدِ حیات، اس سے تعلق کی بنیادوں اور ان کے تقاضوں پر اپنی معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے روزے کے تیسرے امتیازی پہلو کی طرف بھی اشارہ کر دیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ ایک طرف رمضان کے روزوں کو مکمل کریں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو ذمہ داری تمہیں ادا کرنی ہے اور پورے سال بلکہ پوری زندگی ادا کرنی ہے وہ اعلائے کلمۃ الحق ہے، یعنی اللہ کی زمین پر اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی کوشش کریں اور اس طریقے سے کریں جو تمہیں اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اور دکھایا ہے:

''تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمھیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔'' (البقرہ:۱۸۵)

قدرت کا قانون ہے کہ جب تاریکی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو روشنی اس کا سینہ چیرتی ہوئی رُونما ہو جاتی ہے، ظلمتیں چھٹ جاتی ہیں اور فضا نور سے بھر جاتی ہے۔ تاریخِ انسانی میں روشنی اور نور کا سب سے بڑا سیلاب ۲۷ء رمضان المبارک ۱۳ھ قبل ہجرت میں رُونما ہوا۔

انسانیت کے لئے ہدایت:

''خشکی و تری اور بحروبر پر تاریکی کا غلبہ تھا'' (الروم:۴۱) کی حقیقی تصویر بن کر ظلم اور فساد سے خدا کی زمین بھر گئی تھی۔ انسان اپنے حقیقی معبود کو چھوڑ کر جھوٹے خداؤں کی بندگی کر رہے تھے۔ارض وسما کے مالک نے اپنے انبیا علیہم السلام کے ذریعے جو ہدایت اور رہنمائی بھیجی تھی، انسان نے اس کو گم کر دیا تھا۔ نتیجے کے طور پر گمراہی اور ظلمت کا دور دورہ تھا۔انسان، آگ، درخت، پتھر، پانی اور جانوروں تک کی پوجا کر رہے تھے۔

زندگی کے اجتماعی معاملات میں کچھ انسان دوسرے انسانوں کے خدا اور رب بن بیٹھے تھے، اور اپنی من مانی کر رہے تھے۔ نیکیاں معدوم ہو رہی تھیں اور بُرائیاں پَر افشاں تھیں۔ نسل، قوم اور قبیلے کے بتوں کی پوجا ہو رہی تھی۔ حق، انصاف، آزادی، مساوات اور بندگیِ رب کو انسانیت ترس رہی تھی۔

یہ تھی وہ دنیا، جس میں خدا کے ایک برگزیدہ بندے، انسانیت کے گُل سرسبد اور دنیا کے سب سے نیک انسان محمدؐ بن عبداللہ نے آنکھیں کھولیں۔ وہ ظلم کے اس راج اور بدی کے اس غلبے پر حیران وسرگردان تھا، ''وہ جھوٹے خداؤں کا باغی اور ایک حقیقی خدا کی بندگی کا جویا تھا۔'' (الضحیٰ ۳۹:۷) دستِ فطرت نے ۴۰ء سال اس کی تربیت فرمائی۔ پھر زمین وآسمان کے مالک نے ایک شب اس باکمال ہستی کو انسانیت کی رہنمائی کے لئے اپنے آخری نبیؐ کی حیثیت سے مامور فرمادیا۔

تاریکیوں کے لئے موت کا پیغام آگیا۔ طاغوت کے غلبے کا دور ختم ہوگیا۔ وحی کے ذریعے رب کی آخری ہدایت کا دور شروع ہوگیا۔ یہ سلسلہ ۲۳ سال تک چلتا رہا، حتیٰ کہ ہدایت مکمل ہوگئی اور انسانیت کو نور کا وہ خزانہ مل گیا، جس کی روشنی تاقیامت قائم رہے گی اور جس کے ذریعے وہ ہمیشہ رہنمائی اور ہدایت حاصل کرتی رہے گی۔

خدا کی اس زمین پر انسان کی ضرورتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق اس کی جسمانی اور مادی زندگی سے ہے، اور دوسری وہ جو اس کی روحانی، اخلاقی اور سماجی زندگی سے متعلق ہیں۔ خدا کی ربوبیت کاملہ کا تقاضا تھا کہ انسان کی یہ دونوں ضرورتیں پوری کی جائیں، تاکہ وہ (انسان) زندگی کی آسائشیں بھی حاصل کر سکے اور ان کو صحیح طریقوں سے استعمال بھی کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ان دونوں ضرورتوں کو بہ حسن وکمال پورا کیا ہے۔ مادی اور جسمانی ضروریات کی تسکین کے لئے زمین وآسمان میں بے شمار قوتیں ودیعت کر دی ہیں، جن کی دریافت اور ان کے مناسب استعمال سے انسان کی تمام ضرورتیں پوری ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح انسان کی روحانی، اخلاقی اور سماجی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت نازل فرمائی اور اپنے انبیا علیہم السلام کے ذریعے نہ صرف یہ کہ اس ہدایت کو انسانوں تک پہنچایا، بلکہ ان کی زندگیوں میں اسے متشکل کر کے بھی دکھا دیا۔ اس طرح انسانیت نے اپنا سفر تاریکی میں نہیں، روشنی میں شروع کیا، اور ہر دور میں خدا کی ہدایت اس کے لئے مشعلِ راہ بنی رہی۔

قرآن کریم کا تصورِ زندگی:

قرآن مجید جس تصورِ زندگی کو پیش کرتا ہے وہ مختصراً یہ ہے:

۱۔ یہ دنیا بے خدا نہیں ہے۔ اس کا ایک پیدا کرنے والا ہے جو اس کا مالک، آقا، رب اور حاکم ہے۔ ہر شے پر اس کی حکومت ہے اور وہی اس کا حقیقی فرماں روا ہے۔ ساری نعمتیں اسی کا عطیہ ہیں۔ اس کا اختیار کُلی اور ہمہ گیر ہے۔ جس طرح وہ دنیا کی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے، اسی طرح وہ انسان کا بھی خالق، مالک اور حاکم ہے۔ اس مالکِ حقیقی نے انسان کو ایک خاص حد تک اختیار اور آزادی دے کر، اس زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے اور باقی تمام مخلوقات کو اس کے تابع کیا ہے۔

۲۔ انسان کو خلافت کی ذمہ داریوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کے لائق بنانے کے لئے مالکِ حقیقی نے اسے اپنی ہدایت سے نوازا اور اس کی رہنمائی صراطِ مستقیم کی طرف کی ہے۔ اسے بتایا گیا ہے کہ پورا جہاں اس کے لئے ہے، اس کے تابع ہے، لیکن وہ خود خدا کے لئے ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ خدا کی بندگی اختیار کرے اور اپنی پوری زندگی کو رب کی اطاعت میں دے دے۔ اس زندگی کی حیثیت ایک امتحان اور آزمائش کی سی ہے۔ اس میں انسان کے لئے صحیح رویہ یہ ہے کہ وہ اپنے ارادے کو مالک کی مرضی کے تابع کردے اور اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ لگا دے۔ جس نے اس راہ سے انحراف کیا، وہ ناکام و نامراد ہے اور آنے والی ابدی زندگی میں جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا۔

۳۔ یہ باتیں انسان کو ازل میں سمجھا دی گئیں۔ ان کا شعور اور احساس اس کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا۔ ان کی تذکیر اور بندگی رب کے راستے کی تشریح و توضیح کے لئے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمدؐ تک، اللہ تعالیٰ انبیا علیہم السلام کو مبعوث کرتا رہا۔ ایک طرف انسان کو عقل اور سمجھ دی گئی کہ وہ حق کو پہچانے اور اس کے مطابق زندگی کے معاملات کی صورت گری کرے اور دوسری طرف خدا کے ان برگزیدہ بندوں (انبیا علیہم السلام) نے بڑی سے بڑی قربانی دے کر انسانیت کو سیدھی راہ پر لگانے کا کام سرانجام دیا۔ ہر ملک اور ہر قوم میں انبیا مبعوث ہوئے۔ اس سنہری سلسلے کی آخری کڑی محمد عربیؐ ہیں۔ آپؐ ساری دنیا کے لئے بھیجے گئے اور سارے زمانوں کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپؐ نے اللہ کا وہی دین، یعنی اسلام لوگوں کے سامنے پیش کیا جو اس سے پہلے پیش ہوتا رہا تھا۔ جن لوگوں نے آپؐ کی دعوت قبول کر لی اور اسلام کو بہ حیثیت زندگی کے دین اور راستہ اختیار کر لیا، وہ ایک اُمت بن گئے۔ اب یہ اُمت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود اپنی زندگی کا نظام اس ہدایت کے مطابق تشکیل دے (جو اللہ کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے اور جس کا نمونہ آپؐ نے اپنی مبارک زندگی میں پیش فرمایا) اور تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دیتی رہے۔

قرآن وہ کتاب ہے جس میں پوری دعوت موجود ہے، جس میں اللہ کا دین اپنی مکمل اور آخری شکل میں ملتا ہے، جس میں وہ ہدایت ہے جو خالق کائنات نے اُتاری ہے اور جو تمام انسانوں کی دائمی خیر وفلاح کی ضامن ہے۔ قرآن اپنی حیثیت اور اپنے مقصد کو اس طرح واضح کرتا ہے:

(الف) ''یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔'' (البقرہ:۲)

(ب) ''حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔'' (بنی اسرائیل:۹)

(ج) ''قرآن انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔'' (البقرہ:۱۸۵)

(د) یہ ہدایت کا ایسا مرقع ہے جس میں ازل سے نازل ہونے والی ہدایت جمع کر دی گئی ہے اور یہ پورے خیر کا مجموعہ ہے۔ (المائدہ:۴۸)

(ہ) ''یہ ہدایت ہر لحاظ سے محفوظ بھی ہے اور تاقیامت محفوظ رہے گی۔ (الحجر:۹)

❁ ❁ ❁

موجودہ حالات اور

ماہ رمضان کا پیغام

...... ● عبداللہ کافی المحمدی

یـــوں تو ماہِ رمضان المبارک میں ہر قسم کے نیک اعمال کی قیمت بڑھ جاتی ہے، مگر چند امور ایسے ہیں، جن کا اہتمام خود رسول اللہ ؐ فرمایا کرتے تھے۔ان میں سب سے اہم ترین بلکہ اسلام کا چوتھا رکن رمضان کے پورے مہینے کے دنوں میں جملہ مفطرات (روزہ توڑنے والے افعال) سے اجتناب کرنا ہے۔جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھا،اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کردیئے گئے(متفق علیہ)

قیام لیل یا تراویح:

قیام اللیل ہی نماز تراویح ہے۔عام دنوں میں اسے قیام لیل کہتے ہیں جب یہ رمضان میں عام طور پر تراویح سے مشہور ہے۔ اس سے بڑی فضیلتیں آئی ہیں اسی لئے بلا اختلاف زمان ومکان امت کے درمیان اس پر عمل رہا ہے۔ رسولؐ نے فرمایا: جس شخص نے ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کا قیام کیا، اس کے تمام گزرے گناہ معاف کر دیئے گئے۔(البخاری)

تلاوت قرآن کریم:

اس مبارک مہینے میں اللہ کے رسولؐ کثرت سے قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔اور حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ دور کیا کرتے۔کبھی ان سے سنتے اور کبھی ان کو سناتے۔جس سال آپؐ نے وصال فرمایا،اس سال کے رمضان میں آپؐ نے حضرت جبریلؑ کے ساتھ دوبار دور فرمایا۔

صدقہ وخیرات:

رسول اللہؐ یوں تو ہمیشہ صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے، خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلاتے لیکن خاص کر رمضان میں جس طرح کھلی ہوا روکے نہیں رکتی،اسی طرح آپؐ کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں رکتی تھی۔ہاتھ آتے ہی فوراً صدقہ کردیتے۔

اعتکاف:

رمضان میں ایک شب ہے جو ہزار مہینے کی راتوں سے بہتر ہے۔رات بھر اللہ کے فرشتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اس (میں ہر کام) کے سر انجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبریل) اترتے ہیں۔‘‘(سورہ قدر)

اس رات کی جستجو میں خود کو دنیا سے کنارہ کش کرلینا اور مخصوص ایام کے لئے کسی بھی مسجد میں گوشہ نشین ہوجانا چاہئے۔البتہ اگر جامع مسجد ہو تو زیادہ بہتر ہے۔اس دوران ذکر وتسبیح اور تلاوت کا خاص اہتمام کرنا اور نوافل وغیرہ بکثرت پڑھنا اعتکاف ہے۔

موجودہ حالات اور رمضان کا پیغام:

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے امت اسلامیہ اس وقت بہت نازک مرحلے سے گزر رہی ہے۔عالم اسلام میں ہنگامہ ہے، کہیں مسلمان جنگ وجدال سے دوچار ہیں،کہیں عزت وناموس پر سوگ منا رہے ہیں۔کہیں بھوک اور پیاس کے صدمے اٹھا

رہے ہیں، کہیں کھلے آسمان کے نیچے شب وروز بتانے پر مجبور ہیں اور کہیں خوف وہراس کی مشقتیں جھیل رہے ہیں۔ غرضیکہ پوری امت فتنوں کی لپیٹ میں ہے اور ہر مسلمان کسی نہ کسی حد تک متاثر ہے۔ ان حالات میں ماہ رمضان المبارک ہم سے روشن مستقبل کیلئے ایک منظّم لائحہ عمل ترتیب دینے کا تقاضا کرتا ہے جو اتحاد والتزام کی بنیاد پر قائم ہو۔ ایسا لائحہ عمل جو دین ودنیا کے مابین صحیح ترین رابطہ ہو۔ بلاشبہ اس طرح کا لائحہ عمل شریعت کی پاسداری ہے جس میں دینی، سیاسی، اقتصادی، اخلاقی، معاشرتی اور دیگر تمام المیوں کا حل موجود ہے۔

رب کو راضی کرنا:

موجودہ زبوں حالی میں رمضان کا پیغام یہ ہے کہ مسلمان اپنے رب سے جڑ جائے، جس طرح سے ہو سکے وہ خود سے اسے راضی کرلے۔ وہ رب کی مملکت سے باہر نہیں بھاگ سکتا، اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی: ''اے گروہ جنات وانسان! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو! بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے۔'' (سورہ رحمٰن: ۳۳) اگر اس سے ناطہ جوڑ لو، تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جب اللہ رب العزت تمہاری مدد کرے گا، اور تمہیں ثابت قدم کردے گا۔ تو پھر تمہیں دنیا کی کوئی طاقت ہلا نہیں سکتی۔

رمضان کا مہینہ یہ پیغام لا رہا ہے کہ اسلامی تعلیمات پر پہلے خود کاربند ہو جائے پھر اسے دنیا میں عام کرو۔ کچھ لوگوں نے اسلام کے چہرے کو مسخ کر دیا ہے جس کی وجہ سے لوگ اسلام سے ڈرتے اور گھبراتے ہیں۔ ہمارا فریضہ ہے کہ اس کے چہرے سے گرد وغبار کو ہٹائیں اور اس کی صحیح شکل دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا بڑے سے بڑا دشمن بھی اسے گلے لگانے کے لئے بے قرار ہو جائے گا۔

❁ ❁ ❁

بقیہ: قرآنی مدّات.......

غربت ومسکنت ہی کے خاتمہ کے لئے جاری کیا گیا ہے، اسی لئے اس نظام سے سب سے زیادہ فقراء ومساکین کو استفادہ کا موقعہ دیا گیا، گو بیت المال کے تمام ہی مدات میں فقراء ومساکین کا حصہ ہے، مگر صدقات کا شعبہ خاص طور پر اسی طبقہ کے لئے ہے، اور کہنا چاہئے کہ یہ ''شعبہ فقراء ومساکین'' ہے، اگرچہ کہ اس میں بعض دیگر طبقات کے افراد بھی شامل ہیں، جو اپنے مجموعی حالات کے لحاظ سے زمرۂ مساکین میں شامل نہیں ہیں، لیکن حنفیہ کے بقول شعبہ زکوٰۃ سے ان کے لئے بھی امداد کی فراہمی اسی وقت ممکن ہے جبکہ وہ اپنے حالات کے سبب اس کے واقعی ضرورت مند ہوں، اس سے صرف ''عاملین زکوٰۃ'' کا استثناء ہے کہ ذاتی زندگی میں خوشحال ہونے کے باوجود مدّ زکوٰۃ سے بقدر خدمت ان کو دینا جائز ہے۔ (فتح القدیر ۲/۱۶، ردالمحتار ۳/۲۶۱)

فقراء اور مساکین کی اصطلاحی تعریف میں جزوی طور پر تھوڑا اختلاف ہے، اور اسی اختلاف سے یہ اختلاف بھی نکلا ہے کہ ان دونوں میں زیادہ ضرورت مند کون ہے؟

(ا) حنفیہ کے نزدیک فقیر اس کو کہتے ہیں، جس کے پاس نصاب کے بقدر مال نہ ہو، مالک نصاب شخص اصطلاح میں غنی شمار ہوگا، اور اس کے لئے زکوٰۃ لینا یا اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوگا۔ البتہ اگر کسی کے پاس ناقص نصاب ہو مگر اس کی ضروریات بھی اسی کے بقدر ہوں، تو وہ فقیر ہے، اس کے لئے زکوٰۃ لینا درست ہوگا، اور اگر ضروریات اتنی نہ ہوں تو اگرچہ کہ وہ اصطلاحی فقیر ہے مگر اسکے لئے زکوٰۃ لینا درست نہ ہوگا۔ (فتح القدیر، ج:۲، ص:۱۵)

❁ ❁ ❁

تراویح

رمضان المبارک کا تحفہ

ندیم الواجدی

روزے کے بعد رمضان المبارک کی دوسری اہم ترین عبادت تراویح ہے احادیث میں نماز تراویح کے بڑے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے رمضان کی رات میں قیام کو سنت قرار دیا ہے، جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھا اور رمضان کا قیام کیا وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن تھا (نسائی: ۴/ ۱۵۸، رقم الحدیث: ۲۲۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قیام رمضان کی ترغیب دیا کرتے تھے، اس کا وجوبی ولازمی حکم نہیں فرماتے تھے، چنانچہ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید کے ساتھ رمضان کا قیام کرے گا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (مسلم: ۱/ ۵۲۳، رقم الحدیث: ۷۵۹) ایک روایت میں ہے کہ جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستوں کے کناروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پکار پکار کر کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! صبح سویرے اپنے رب کریم کی طرف چلو جو تم پر خیر و برکت کے عظیم احسانات فرمائیں گے اور تمہیں لامحدود اور لازوال ثواب عطا کریں گے، تمہیں رات کے قیام کا حکم دیا گیا تم نے قیام کیا اور تراویح پڑھی، تمہیں دن میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تم نے روزہ رکھا اپنے رب کا حکم مانا اور اطاعت کی، لہٰذا تم اپنے انعامات حاصل کرو، جب بندے عید کی نماز سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ آگاہ رہو اللہ نے تمہاری مغفرت کردی ہے، اب تم اپنے گھروں کی طرف ہدایت یافتہ ہو کر جاؤ، آج انعام کا دن ہے اور اس دن کا نام آسمان میں یوم الجائزہ (انعام کا دن) رکھا جاتا ہے (مجمع الزوائد: ۳/ رقم الحدیث: ۳۲۲۵، المعجم الکبیر: ۱/ ۲۲۶، رقم الحدیث: ۶۱۷) تراویح کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ تراویح ترک کردیں تو امام المسلمین اس شہر کے لوگوں سے جنگ کرے گا، فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ تراویح کی سنت کا منکر بدعتی اور گمراہ ہے، ایسے شخص کی شہادت بھی معتبر نہیں ہے (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۲۲۴)۔

قرآن کریم اور رمضان میں باہم ربط ہے، اگر اس ربط

کو قر ان السعد ین کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، رمضان المبارک میں قرآن کریم کا نزول ہوا ہے، اس مہینے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ تلاوت فرمایا کرتے تھے، اس مہینے میں حضرت جبرئیل امینؑ تشریف لاتے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے، بعض روایات میں روزے اور قرآن کا ایک ساتھ ذکر ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوتِ قرآن مطلوب ہے، قرآن کریم پڑھنے اور سننے کا سب سے بڑا ذریعہ تراویح کی نماز ہی ہے، دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تراویح کے اندر قرآن پڑھنے اور سننے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا جیسا کہ ایک مرسل روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کی رات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشے میں کچھ لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں، آپ نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں، کسی نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم کے حافظ نہیں ہیں یہ لوگ حضرت ابی ابن کعبؓ کے پیچھے نماز میں قرآن کریم سن رہے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا بہت اچھا کر رہے ہیں (سنن البیہقی الکبریٰ:۲/۴۹۵، رقم الحدیث:۴۳۸٦)۔

شروع میں لوگ مسجدوں میں چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنا کر تراویح کی نماز پڑھتے تھے اور قرآن کریم پڑھتے اور سنتے تھے، حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں تراویح کی باجماعت نماز مقرر کردی، سب سے پہلے حضرت ابی ابن کعبؓ نے باجماعت تراویح پڑھائی (بخاری:۱/۲٦۱) یہ ہر حال تراویح میں قرآن کریم پڑھنا اور سننا دونوں بڑی فضیلت کے کام ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار میں نے اسے کھانے اور شہوت سے روکا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمالے، قرآن کہے گا کہ اے میرے پروردگار میں نے اسے رات کو سونے سے روکا تھا آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالے (مسند احمد بن حنبلؒ:۲/۱۷۴، رقم الحدیث: ٦٦۲٦) تلاوت قرآن کے بڑے فضائل ہیں ایک مشہور روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس شخص نے اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھتے ہیں اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے، میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے (ترمذی:۵/۱۷۵ رقم الحدیث: ۲۹۱۰) مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن الفاظ اور معنی دونوں کا نام ہے، جس طرح اس کے معانی کا سمجھنا اور اس کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض اور اعلا عبادت ہے اسی طرح اس کے الفاظ کی تلاوت بھی ایک مستقل عبادت ہے اور عظیم ثواب کا کام ہے (معارف القرآن:۱/۳۳۲) اور اگر قرآن نماز کے اندر پڑھا جائے تو اس کا اجر اور بھی بڑھ جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''نماز میں قرآن

کریم کی تلاوت بہ غیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بہ غیر نماز کی تلاوت تسبیح وتکبیر سے افضل ہے (شعب الایمان للبیہقی :۲/۴۱۳، رقم الحدیث:۲۲۴۳، کنز العمال:۱/۵۱۶، رقم الحدیث: ۲۳۰۳) دو باتیں اور بھی ذہن میں رہنی چاہئیں ایک تو یہ کہ مسجد میں نماز کا ثواب گھر کے مقابلے میں پچیس گنا زیادہ ہوتا ہے (سنن ابن ماجہ:۱/۲۵۳، رقم الحدیث:۱۴۱۳) دوسری بات یہ ہے کہ تنہا نماز کے مقابلے میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب ستائیس گنا زیادہ ہے (بخاری:۱/۲۳۱، رقم الحدیث:۶۱۹، مسلم: ۱/۴۵۰، رقم الحدیث: ۶۵۰، ابن ماجہ: ۱/۲۵۹، رقم الحدیث: ۷۸۹) اس لحاظ سے تراویح میں مسجد کے اندر باجماعت قرآن کریم پڑھایا سنا جائے گا تو اس کا ثواب بھی اسی حساب سے بڑھتا رہے گا جیسا کہ نمازوں کا بڑھتا ہے، رمضان المبارک میں ہر نیکی کا ثواب ستر گنا ہے یہ بالکل الگ ہی معاملہ ہے دیکھا جائے تو رمضان المبارک میں مسجد کے اندر باجماعت تراویح میں قرآن کریم پڑھنے اور سننے کا ثواب اتنا بڑھ جائے گا کہ اس کو حساب اور شمار میں لانا بھی مشکل ہے (فضائل حفظ القرآن، ص:۹۰)۔

تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن کریم مکمل کرنا سنت ہے (فتاوی شامی:۲/۴۳۳)۔ جہاں تک تراویح میں ختم قرآن کی فضیلت کا سوال ہے اس سلسلے میں صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ تراویح کے اندر قرآن کریم مکمل کرنا غیر تراویح میں مکمل کرنے کے مقابلے میں بہ درجہا افضل ہے، علماء نے اس کی متعدد وجوہ لکھی ہیں (۱) ایک تو یہ کہ ختم قرآن کا عمل رمضان کے بابرکت مہینے میں ہوتا ہے اور رمضان میں ادا کئے گئے عمل کو دوسرے دنوں کے عمل پر عظیم الشان فضیلت حاصل ہے (۲) دوسرے یہ کہ یہ باوضو پڑھ کر یا سن کر مکمل کیا جاتا ہے جس کی فضیلت بے وضو پڑھنے یا سننے سے زیادہ ہے (۳) تیسرے یہ کہ نماز کی شکل میں مکمل کیا جاتا ہے اور نماز میں پڑھے ہوئے قرآن کریم کی فضیلت غیر نماز سے افضل ہے (۴) چوتھے یہ کہ کھڑے ہوکر پڑھایا سنا جاتا ہے جس کی فضیلت بیٹھ کر پڑھنے یا سننے سے زیادہ ہے (۵) پانچویں یہ کہ باجماعت نماز کی شکل میں اس کی تکمیل ہوتی ہے جس کی فضیلت تنہا نماز سے یقیناً زیادہ ہے (۶) چھٹے عموماً مساجد میں مکمل کیا جاتا ہے اور مسجد کا عمل یقیناً اہمیت اور فضیلت کا حامل ہے (۷) ساتویں یہ کہ تراویح میں پڑھے ہوئے قرآن کریم میں غلطی بتلانے والے سامع کا بھی انتظام ہوتا ہے، اس طرح غلط پڑھے جانے کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں، جب کہ انسان خود بیٹھ کر پڑھے تو غلطی کا احتمال زیادہ رہتا ہے (ماہ رمضان کے فضائل واحکام، ص:۱۶۲)۔

ایک طرف اتنی فضیلتیں ہیں اور دوسری طرف ہماری بے حسی کا یہ عالم کہ اس ایک ماہ میں بھی ہم ایک ڈیڑھ گھنٹے کے لیے خود کو قرآن پڑھنے اور سننے کے لیے وقف نہیں کر سکتے اور اگر پڑھتے بھی ہیں یا سنتے بھی ہیں تو اسے بوجھ سمجھتے ہیں اور اس بوجھ کو جلد از جلد اپنے سر سے اتار دینے کی کوشش کرتے ہیں، قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اسے دل لگا کر پڑھئے اور دل لگا کر سنئے۔

❁ ❁ ❁

عیدالفطر کا عظیم پیغام-اخوت ومحبت

............● محمد عارف اقبال

زندگی میں انسان کو بہت ساری خوشیاں ملتی ہیں، مگر عید کی خوشی اور دوسری خوشیوں میں جو بنیادی فرق ہے، وہ یہ ہے کہ دوسری خوشیاں ہمیں ملتی ہیں وہ عارضی ہوتی ہیں، آدمی چند منٹ کے لئے خوش ہوتا ہے اور پھر اپنی اصل حالت پر لوٹ جاتا ہے، ظاہر ہے زندگی کے مسائل آدمی کو کہاں کہاں خوش رکھیں گے، اس لئے ہر خوشی کے ساتھ یہ ڈر بھی ستاتا ہے کہ اس کے بعد پھر نہ جانے کون سے غم کے بادل چھا جائیں۔ ایسے بے شمار واقعات آئے دن ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ پل بھر کی خوشیاں کس طرح سکنڈوں میں ماتم میں تبدیل ہوجاتی ہیں، مگر عید کی خوشی کا اپنا ایک الگ ہی انداز ہے، اس کی خوشی کی نوعیت بالکل الگ ہوتی ہے، یہ ایسی خوشی ہے جس پر دنیا کی ہزاروں خوشیوں کو قربان کیا جاسکتا ہے۔ ذرا غور کریں کہ عید کی خوشی اتنی اعلیٰ اور عظیم کیوں ہے؟ دیگر تہواروں سے زیادہ اس تہوار میں ہم زیادہ خوش کیوں ہوتے ہیں؟

عید منانے کی روایت:

ہر قوم و مذہب میں کچھ خاص دن اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، جس میں ان مذاہب کے افراد اپنے عقیدے کے مطابق جشن مناتے ہیں، اچھا لباس پہنتے ہیں، عمدہ کھانا کھاتے ہیں اور مل جل کر خوشی کے کچھ پل گزارتے ہیں، اسی طرح اللہ پاک نے مذہب اسلام کے ماننے والوں کو چار دن خوشی و مسرت کے دیئے ہیں، (ایک دن عیدالفطر اور تین دن عیدالاضحیٰ کے) اور انہیں حدیث شریف میں ایام اکل و شرب (یعنی کھانے پینے کے دن) کہا گیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینے کے لوگ دو تہوار جوش خروش سے مناتے ہیں، اور ان دونوں تہواروں میں کھیل تماشے کیا کرتے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ''تم لوگ یہ دو دن کس خوشی میں مناتے ہو''؟، مدینے والوں نے کہا ''ہم جاہلیت کے زمانے سے ہی ان دو دنوں تہواروں کو کھیل کود کے دن کے طور پر مناتے ہیں''، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لئے مقرر فرمایا ہے، پہلا عید الاضحیٰ، دوسرا عیدالفطر۔ لہٰذا اس دن سے مذہب اسلام کے ماننے والوں میں یہ دو تہوار رائج ہوگئے، ان دو دنوں تہواروں میں مسلمان عیدگاہ جاتے ہیں اور دوگانہ نماز ادا کرتے ہیں، یہ دونوں ہی تہوار مسلمانوں کا قومی وملی تہوار بھی ہے اور عبادت بھی۔

خوشی منانا آپ کا حق ہے:

عیدالفطر سے قبل ہم پر جو مبارک مہینہ سایہ فگن ہوتا ہے سب جانتے ہیں وہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں اللہ رب العزت کے حکم کے مطابق پورے دن کھانا پینا اور جنسی

ضروریات کی تکمیل سے خود کو بچائے رکھا، ایک متعین وقت تک اگر ایک لقمہ بھی منہ میں ڈال لیتے یا ایک گھونٹ پانی بھی حلق سے نیچے اتار لیتے تو اللہ کے غضب کے ہم شکار ہوتے، بلاچوں چراں ہم نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس امتحان میں کامیابی حاصل کی، تو اللہ پاک نے اس امتحان کے بدلے عید جیسی عظیم خوشی ہمیں اور آپ کو نصیب فرمائی، یاد کریں، اس مبارک مہینے میں اللہ پاک جب پکار رہا تھا کہ ہے کوئی مغفرت کا طلب گار؟ اسے معافی دی جائے، ہے کوئی رزق کا طلب گار؟ اسے رزق مہیا کرائی جائے، ہے کوئی صحت کا طلب گار؟ اسے صحت یاب کیا جائے، اللہ کی رحمت کا دریا جب جوش مار رہا تھا، تو آپ نے بھی اس میں خوب غوطے کھائے، اپنا دامن پھیلا دیا، افطار کے وقت، قیام اللیل کے وقت اور شب قدر کے وقت؛ رات کی تنہایوں میں ٹوٹے ہوئے دل اور لرزتے ہوئے ہونٹوں سے اپنی گناہوں کی معافی چاہی، تو اللہ نے بخش دی آپ کے تمام گناہوں کو، دے دی آپ کو آپ کے حصے کا رزق، کر دیا آپ کو صحت یاب، ان سب کے درمیان سب سے اہم بات یہ کہ رمضان کے روزوں سے ہمیں تقویٰ و پرہیزگاری حاصل ہوئی، جو دنیا و آخرت کے تمام دائمی خزانوں کی کنجی ہے، اللہ نے اپنی بہترین جنتوں کا وعدہ اہل تقویٰ والوں سے ہی کیا ہے، خوشی اس بات کی ہے کہ یہ دولت رمضان کے روزوں کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوئی، اگر خالق و مالک مہربان ہوجائے تو اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوسکتی ہے؟ پس خوشی منانا آپ کا حق ہے۔

گناہ سے اللہ ناراض ہوتا ہے:

اسی طرح اس مبارک مہینے میں ہم اور آپ نے پوری کوشش کی کہ ہم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوجائے، کیوں کہ گناہ سے اللہ ناراض ہوتا ہے، گناہ کو ہم نے آس پاس پھٹکنے بھی نہیں دیا، پھر روزہ رکھ کر اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنے روزے کو اور زیادہ پائیدار اور مستحکم کرنے کی کوشش کی، فرض کا اہتمام تو ہوا ہی، نوافل کے لئے بھی خوب کوششیں ہوئیں اور کیوں نہ ہو؟ نوافل کا ثواب فرض کے درجے کے برابر جو پہنچ گیا تھا، ایک ایک عمل کی نگرانی اس طرح کی کہ روزے کا اجر کسی طرح ضائع نہ ہونے پائے، آپ نے روزہ کی تکمیل اس طرح کی کہ وہ گناہوں کی گندگی سے آلودہ نہیں ہوئی ہے تو آپ خوش نصیب ہیں۔

قرآن کریم کی رہبری حاصل کریں:

سب سے خاص بات کہ اس مبارک مہینے میں آپ نے نعمت قرآن کی قدر کی، قرآن پاک کی عظمت کو سمجھا، اسی مبارک مہینے میں بنی نوع انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت قرآن مجید کا نزول ہے، جس کی ایک رات ''لیلۃ القدر'' ہزار مہینوں سے زیادہ افضل ہے اور جس مہینے کا انتظار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کیا کرتے تھے، رمضان المبارک کا مہینہ درحقیقت اس سعادت انسانیت اور بنی نوع انسان کی ہدایت کی یادگار ہے، چنانچہ اللہ کا فرمان ہے ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسان کے لئے ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھاتی ہے اور حق اور باطل کا فرق کھول کر رکھ دیتی ہے، لہٰذا جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ روزہ سے رہے۔ (سورہ بقرہ:۱۵۸) چنانچہ آپ نے اللہ کی کتاب سے اپنے تعلق کو مضبوط اور گہرا کیا، پورے جوش وخروش کے ساتھ اسے

تراویح میں سنا،رمضان کے شب وروز تلاوت قرآن میں گزارا،اسے پڑھ کر ہر ممکن اس پر عمل کرنے کی کوشش کی،انشاءاللہ قرآن پاک سے رشتہ جڑنے کے بعد آپ کی زندگی میں ایک نیا انقلاب آئے گا،آپ کی زندگی کا رخ بدلے گا،اب یہی کتاب کل قیامت کے دن بارگاہ رسالت میں آپ کی سفارش کرے گی،کہ اے اللہ، اپنے اس نیک بندے کی تمام گناہوں کو بخش دے،کہ اس نے قرآن کریم سے اپنے رشتے کو مضبوط کرلیا تھا،اس نے قرآن کے احکام کے مطابق اپنی زندگی کو گزارا،لہٰذا ہمیں اور آپ کو عزم کرنا چاہئے کہ زندگی کے ہر موڑ پر قرآن کریم کی ہی رہبری حاصل کریں گے، ہرگز ہرگز قرآن کا دامن نہیں چھوڑینگے،اسے اپنے جان سے بھی زیادہ عزیز رکھیں گے،ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس صف میں کھڑے ہوں،اور یہی قرآن شکایت کررہا ہو''اے پروردگار عالم!یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کا دامن چھوڑ دیا اوراس کو لاوارث کردیا''۔

> "اس مبارک مهینے میں آپ نے نعمت قرآن کی قدر کی،قرآن پاک کی عظمت کوسمجھا،اسی مبارک مهینے میں بنی نوع انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت قرآن مجید کا نزول ہے،جس کی ایك رات "لیلة القدر" ہزار مهینوں سے زیادہ افضل ہے اور جس مهینے کا انتظار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کیا کرتے تھے،رمضان المبارك كا مهینہ درحقیقت اس سعادت انسانیت اور بنی نوع انسان کی ہدایت کی یادگار ہے۔"

تقویٰ انسان کی لازمی صفت:

اسی طرح قرآن کریم کو''ھدی للمتقین''،یعنی متقیوں کے لئے ہدایت کہا گیا ہے،اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں اصل انسان جسے اللہ تعالیٰ نے خلیفہ الارض بنایا یہ متقی انسان ہے،یعنی تقویٰ انسان کی لازمی صفت ہے،تقویٰ دراصل تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے،تقویٰ ہوتب ہی قرآن کریم سے ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے،بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ روزے سے تقویٰ اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ روزہ انسان کی قوت حیوانیہ اور قوت بہیمیہ کو توڑتا ہے جب آدمی بھوکا رہتا ہے،اس کی وجہ سے انسان کی حیوانی خواہشات اور حیوانی تقاضے کچلے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں گناہوں پر اقدام کرنے کا داعیہ اور جذبہ سست پڑ جاتا ہے،لیکن حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ صرف قوت بہیمیہ توڑنے کی بات نہیں ہے، بلکہ جب آدمی صحیح طریقہ سے روزہ رکھے گا تو یہ روزہ خود تقویٰ کی عظیم الشان سیڑھی ہے،اسلئے تقویٰ کے معنی ہی ہیں کہ اللہ رب العزت کی جلال سے بچنا،یعنی یہ سوچنا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور میرے ہر عمل کو اللہ پاک دیکھ رہا ہے،اور پھر مجھے

اللہ کے سامنے حاضر ہوکر سب کو جواب بھی دینا ہے، اس تصور کے بعد جب انسان گناہ چھوڑتا ہے تو اسی کا نام تقویٰ ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے ''وامامن خاف مقام ربہ ونهى النفس عن الهوىٰ'' (سورہ النازعات: ۴۰) یعنی جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور کھڑا ہونا ہے تو اس کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو ہوائے نفس اور خواہشات سے روکتا ہے، یہی تقویٰ ہے۔

روزوں سے صبر کی دولت نصیب ہوئی:

اسی طرح رمضان کے روزوں کے ذریعہ صبر کی دولت بے بہا نصیب ہوئی، یہ دولت بھی بڑے نصیب والوں کو ملتی ہے، روزہ رکھ کر بھوک پیاس کی تکلیف کا جو احساس ہوا، اس نے ہمیں اور آپ کو دنیا کے بھوکوں، پیاسوں اور مصیبت کے ماروں کے بارے میں سوچنے اور ان کی مدد کرنے پر مجبور کردیا، اب حالت یہ ہے کہ آپ خلق خدا کی تکلیفوں اور ان کے رنج وغم اور دکھوں میں شریک ہوں گے، اس سے روح وقلب کو جو خوشی اور مسرت حاصل ہوگی اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا ہے، کثرت ذکر، دعا، توبہ واستغفار کے ذریعہ قلب وذہن کی گندگی ایسے دھل گئی جیسے کبھی ان کا وجود ہی نہیں تھا، کثرت انفاق سے مال کی محبت اور حرص کم ہوگئی جس سے آپ کامیاب ہونے والوں میں شامل ہوگئے۔

یہ دن فسق وفجور کا نہیں:

گناہوں سے توبہ، قرآن سے مضبوط رشتہ، تقویٰ وپرہیزگاری اور صبر کی دولت جب آپ کو نصیب ہوگئی تو یقیناً آپ عید کی خوشیاں منانے کے حقدار ہیں، آپ دوستوں واحباب کے ساتھ مل کر عید کی خوشیاں منائیں اور مسرت وشادمانی کا ترانہ بھی گائیں، مگر ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اور جان لیں کہ خوشی سے مسرت ہوکر آج کے دن کوئی غلط کام نہ کربیٹھیں، یہ دن فسق فجور کا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے شکر کا دن ہے، یہ دن کافی اہمیت رکھنے والا دن ہے، احادیث میں اس کی بڑی فضیلت اور برتری بیان کی گئی ہے، آج کے دن بے حساب وکتاب مومن بندوں کی مغفرت ہوتی ہے، آج کے دن اس عید کے تماشائی فرشتوں کا ہجوم لگتا ہے، لہٰذا عام دنوں میں بالعموم اور آج کے دن بالخصوص کسی غلطی کا ارتکاب نہیں ہونا چاہئے، جو اسلامی تہذیب اسلامی روایت اور دین حنیف کی خلاف ہو، عید ان کی نہیں جنہوں نے عمدہ لباس سے اپنے آپ کو آراستہ کیا، عید تو ان کی ہے جو خدا کی وعید اور پکڑ سے ڈر گئے۔ عید ان کی نہیں جنہوں نے بہت سی خوشیاں منائیں، بلکہ عید تو ان کی ہے جنہوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اس پر قائم رہے۔ عید ان کی نہیں جو بن سنور کر ٹھاٹ سے بازاروں میں گھومے، بلکہ عید تو ان کی ہے جنہوں نے تقویٰ اور خوف خداوندی اختیار کیا۔ عید ان کی نہیں جنہوں نے اپنے مکان میں چراغاں کیا، بلکہ عید تو ان کی ہے جو دوزخ کے پل صراط سے گزرنے کا سامان تیار کرلیا، اگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی روشنی میں ہم عید مناتے ہیں تو یہ ہمارے لئے زیادہ بہتر اور مفید ہے، عید تو ہم منائیں گے ہی، مگر شریعت کے حکم کے مطابق، اس طرح ہم اس دن کے ہر لمحے کو عبادت بھی بنا سکتے ہیں اور دنیاوی لطف ومسرت کے ساتھ اخروی

اجروثواب کے بھی مستحق ہوسکتے ہیں۔

عید کیسے منائیں:

ظاہر ہے عیدالفطر کا دن ہماری زندگی کا سب سے اہم دن ہے اور یہ سال میں ایک بار آتا ہے، اس لئے ہماری کوشش ہو کہ اس مبارک دن کو احکام خداوندی کی پاسداری کرتے ہوئے لہولعب سے پاک ہوکر گزاریں، اہل وعیال کے ضروریات کی چیزوں پر فراخ دلی سے خرچ کریں، نہا دھوکر جو کپڑا سب سے اچھا ہو اسے زیب تن کریں، خوشبو لگائیں، اچھا سے اچھا پہنیں، کھائیں، عزیزو اقارب اور دوست واحباب سے وسیع قلب سے ملیں، عید کے دن کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت متبرک والا دن قرار دیا ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عید کے دن ہمارے گھر میں کچھ بچیاں جنگ بعاث سے متعلق کچھ اشعار گا رہی تھیں، اسی دوران حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اللہ کے رسول کے گھر میں کیا گایا جارہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو اس وقت ہماری کروٹ لئے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''اے ابوبکرؓ، انہیں گانے دو، ہر قوم کے لئے تہوار کا ایک دن ہوتا ہے، آج ہمارے لئے عید کا دن ہے (بخاری: ۱/ ۳۲۴، رقم حدیث: ۹۰۹، مسلم: ۲/ ۶۰۷، رقم حدیث: ۸۹۲)، دوسری جگہ روایت ہے کہ عید کے دن کچھ حبشی بازی گر کرتب دکھلا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی وہ کرتب دیکھے اور حضرت عائشہ کو بھی اپنی آڑ میں کھڑا کرکے دکھلائے، جب حضرت عائشہ یہ تماشہ دیکھتے دیکھتے تھک گئیں تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اچھا اب چلو'' (مسلم: ۲/ ۶۰۷، رقم حدیث: ۸۹۲)۔

عید کردار سازی کی دعوت دیتی ہے:

عیدالفطر دراصل رمضان المبارک کے مہینہ کی سخت آزمائش اور عبادت وریاضت کے صلہ میں ملنے والے انعام کا شکریہ ادا کرنے کے خوشی میں منائی جاتی ہے، عیدالفطر کا یہ تہوار وسیع پیمانہ پر اخوت ومحبت، بھائی چارگی، اتحاد واتفاق اور میل ملاپ کے جذبات کو جنم دیتا ہے، عید دراصل میں کردار سازی کی دعوت دیتی ہے اور حقوق انسانی کی ادائیگی کا سبق سکھاتی ہے، رمضان کے روزے ایک تربیتی نصاب ہیں تذکیہ نفس کا، اگر مسلمان رمضان کے بعد بھی اوصاف حمیدہ پر قائم رہیں جن کی اس مقدس مہینہ میں ترغیب دی جاتی ہے تو یہ مثالی انسان بن سکتے ہیں۔ عیدالفطر ہمیں حقیقت کی یاد بھی دلاتی ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد ایک ایسے معاشرہ اور سماج کی تشکیل کرنا ہے جس میں انسان محسن بن کر جیئے، اسی طرح ہر فرد نہ یہ کہ صرف خود ظاہری اور پاکیزہ ہے، بلکہ دوسروں کی زندگی کو بھی اسی طرح پاکیزہ مکمل حسین اور دلکش بنائے، یا اپنے برادر وطن کی خدمت کرنا اوران کی ضرورتوں کا خیال رکھنا اپنی خوشیوں میں انھیں شامل کریں۔ اسی طرح عید ہمیں دوستوں سے محبت غیروں سے کرم نوازی کا سبق دیتی ہے، جس طرح ایک ماہ عبادت وفرمان برداری کے ساتھ اوقات گزارے ہیں، سال کے بقیہ دن بھی اس تقدس وعظمت سے گزاریں گے، یہی عیدالفطر کی روح اور یہی اس کا پیغام ہے۔

❁ ❁ ❁

رمضان المبارک: نیکیوں کا موسم بہار

............● شمس تبریز قاسمی

فضیلت رمضان:

آج ہماری زندگی میں ایک دفعہ پھر نیکیوں کا موسم بہار یعنی رمضان المبارک رحمتوں کی بہار لئے جلوہ فگن ہو گیا ہے۔ ماہ مبارک کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ لوگو ! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، مبارک ہے یہ مہینہ جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض اور رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے جس نے رمضان میں نفلی کام کیا، گویا اس نے فرض ادا کیا جس نے ایک فرض ادا کیا اس نے 70 فرض ادا کئے، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا جواب جنت ہے۔ رمضان غم خواری کا مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جس نے اس میں روزے دار کو افطار کرایا اس کے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔

دوسری جگہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : رمضان میں آدمی کے ہر عمل میں 10 گنا سے 700 گنا تک ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: روزہ میرے لئے ہے، میں خود اس کی جزا دوں گا۔ روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی روزے دار کو افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ملے گی۔ فرمایا گیا ہے جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ بے ہودہ اور فحش باتیں نہ کرے، اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ اور جھگڑا کرے تو روزہ دار کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ روزے کی فضیلت اہمیت درجات بتانے کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں کا احساس بھی دلایا گیا ہے۔

رمضان کے شب و روز کو اللہ کی طاعت و بندگی میں لگانے اور اسے غنیمت جانتے ہوئے اعمال خیر میں صرف کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے استفادے کا ہم واضح پروگرام اور نظام الاوقات بنائیں اپنے اوقات کو ڈیوٹی، اہل خانہ، تلاوت وذکر، سونے جاگنے، نماز وعبادت اور ملنے جلنے میں تقسیم کریں کہ کب ہمیں اہل خانہ کے ساتھ رہنا اور بات چیت ودلبستگی کرنی ہے؟ کب تلاوت کرنی ہے؟ کب ذکر واذکار اور عبادت کرنی ہے؟ کب سونا اور کب جاگنا ہے؟ اور کن اوقات میں ملنے جلنے والوں کو وقت دینا ہے؟ کب دینی پروگراموں میں حصہ لینا ہے؟ اور کب کیا کرنا ہے؟ ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہمارا ہر کام منظّم ہو، ہر کام اپنے وقت پر ہو، چاہے اس میں کتنی ہی رکاوٹیں کیوں نہ پیدا ہوں، اگر ہم نے ایسا پروگرام نہیں بنایا اور شب و روز کی سرگرمیوں کے لئے اوقات مقرر نہ کئے، بلکہ چھوڑ دیا کہ جب جس چیز کے کرنے کا جی چاہا کر لیا تو پھر ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ابھی وقت مقرر کر لیں کہ کب ہمیں

کیا کرنا ہے اوراس کے ساتھ ہم یہ بھی اہتمام کریں کہ ہرعمل خیر کے بعد ہرنماز کے بعد اورسونے سے پہلے اوراٹھنے کے بعد کچھ وقت اذکار وتسبیحات کیلئے مختص کردیں۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جنہیں رمضان اور روزے کے احکام کی واقفیت نہیں ہے۔ انہیں چاہئے کہ رمضان شروع ہونے سے پہلے رمضان کے متعلق ضروری احکام اوراس کے فضائل کا علم حاصل کرلیں۔ بندہ مامور ہے اوراسے حکم ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے اور جو بھی عبادت کرے علم وبصیرت کے ساتھ کرے، اللہ نے بندوں پر جوفرائض وواجبات لازم کئے ہیں اورانہیں جن ضروری اعمال کا پابند بنایا ہے اس کا علم حاصل کرنا ہر بندے پر فرض ہے۔ ان فرائض وواجبات سے ناواقفیت یا جہل قابل قبول عذر نہیں ہے اوراللہ اسے محض ناواقفیت کی بنیاد پر نہیں چھوڑے گا، بلکہ جہل کے باوجود اس کی عدم تعمیل پر ماخوذ ہوگا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ رمضان آنے سے پہلے ہی روزے کے مسائل واحکام کا علم حاصل کرلیں تاکہ ان کا روزہ درست اوراللہ کے نزدیک مقبول ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (الانبیاء)"

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ روزے کے فضائل واحکام سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو اطاعت وبندگی کے لئے تیار کرے۔ رسول اللہؐ اپنے اصحاب کرام کو اس مبارک مہینہ سے استفادہ کرنے اوراسے غنیمت جاننے کے لئے تیار کرتے اوراس کا استقبال کرنے پر انہیں ابھارتے اورعبادت کے لئے کمربستہ ہوجانے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ رمضان کی آمد سے قبل آخری دنوں میں آپؐ فرمایا کرتے تھے:

"اتاكم رمضان شهرمبارك فرض الله عزوجل عليكم صيامه تفتح فيه ابواب السماء وتغلق فيه ابواب الجحيم وتغل فيه مردة الشياطين لله فيه ليلة خير من الف شهر من حرم خيرها فقد حرم۔(سنن النسائی)"

(رمضان کا مبارک مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں۔ اس میں آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے اورجہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اورسرکش شیطانوں کو پابہ زنجیر کردیا جاتا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزارمہینہ سے بہتر ہے جو اس کے خیر سے محروم رہا وہ محروم ہی رہ گیا۔)

ہمیں رمضان میں سلف صالحین کے حالات و واقعات کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے اوردیکھنا چاہئے کہ سلف صالحین رمضان کو کام میں لینے اور اس سے استفادہ کرنے میں کتنے حریص تھے؟ اوراس میں کس طرح عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے؟ جلیل القدر محدث حضرت سفیان ثوریؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو وہ سارے اعمال کو ترک کردیتے اورقرآن کی تلاوت میں مشغول ہوجاتے تھے۔ ولید بن عبدالملکؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ہر تین رات مین قرآن ختم کرتے تھے۔ ربیع بن سلمان سے مروی ہے کہ امام

شافعی رحمہ اللہ ہر ماہ تمیں قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان المبارک میں ساٹھ ختم کرتے تھے۔امام محمد بن اسمعیل البخاری کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ رمضان میں ہر روز دن کے اوقات میں ایک ختم کرتے اور تراویح میں ہر تین رات میں ایک ختم کرتے تھے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وہ رات کی عبادت میں ہر روز ایک قرآن ختم کرتے تھے اور دن کا ختم اس کے علاوہ تھا۔

رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔طاعت وبندگی اور قربتوں کا مہینہ ہے ہمیں چاہئے کہ اس ہر دلعزیز مہمان کی آمد کا خوش دلی سے استقبال کریں اور اس کی تیاری کریں ۔ہم رمضان کا اس طرح استقبال کریں جس طرح انسان اپنے محبوب اور معزز ومحترم اور ہر دلعزیز شخص کا استقبال کرتا ہے۔یہ اللہ کا کتنا بڑا فضل واحسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی کوتاہیوں کی تلافی کا موقع رکھا اور ہمیں اس کی توفیق دی ہے اور یہی نہیں کہ اس کی تلافی کے لئے ایام رکھے، بلکہ اس میں عمل خیر کے اجر کو بھی بڑھا دیا جاتا ہے کہ اس امت کی عمریں کم ہیں اور وہ زیادہ عرصہ تک اعمال خیر کا ذخیرہ جمع کرنے سے قاصر تھے۔ہمیں غور کرنا چاہئے کہ گزشتہ رمضان کے بعد ہم سے کتنی غلطیاں اور لغزشیں ہوئیں ہم نے کتنے گناہ کئے اور اللہ کو ناراض کرنے والے کتنے کام کئے ہیں؟ کتنے لوگ جو سابقہ رمضان میں تھے اب نہیں ہیں اور کتنے ہیں جو بستر مرگ پر پڑے موت کا انتظار کر رہے ہیں اور رمضان کا روزہ رکھنے سے قاصر ہیں۔ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے باز رہنا چاہئے۔ کتنے ہیں جنہیں کندھوں پر اٹھا کر شہر خموشاں پہونچا دیا گیا اور مٹی کے اندر دفن کر کے ہمیشہ کے لئے اللہ کے سپرد کر دیا گیا وہ اپنے ساتھ نہ سونا چاندی لے کر گئے نہ بینک بیلنس اور مال وزر، وہ اپنے ساتھ نیک اعمال ہی کی پونجی لیکر گئے ہیں ان کی پونجی اور توشہ اگر نیک عمل کا ہے تو ان کی کامیابی ہے اور اگر بداعمالی کا توشہ اپنے ساتھ لیکر گئے تو ان کی خرابی وبربادی ہے۔اس آنے والے مہینہ کے فضائل بے شمار، انعامات بے کراں اور فوائد عظیم، وبے حد وحساب ہیں ۔اس کے شب وروز خیر کے جھونکے چلتے رہتے ہیں، رحمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہیں، رضا وخوشنودی کا اعلان ہوتا رہتا ہے۔اللہ تعالی اسی ماہ کو نزول قرآن کا مہینہ اور روزہ رکھنے کا موسم منتخب کیا ہے، ہمیں اس کے خیر وبرکات کی تلاش اور اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔

دعا واستغفار:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا گیا ہے کہ جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔(فضائل رمضان بحوالہ درمنثور) ویسے بھی دعا کے فضائل قرآن وحدیث میں بے شمار ہیں اللہ تعالی مانگنے والوں سے خوش ہوتے اور نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: **ادعونی استجب لکم** تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا۔

لہذا ایسا بابرکت مہینہ جو مہمان کی شکل میں ہمارے درمیان موجود ہے اور اس مہینے کی بہت ساری فضیلتیں قرآن

واحادیث میں ثابت ہیں تو ہمیں چاہئے کہ خوب گڑگڑا کر عاجزی کے ساتھ اپنے لئے، والدین کیلئے، بالخصوص امت مسلمہ کیلئے کیونکہ امت مسلمہ اس دور میں ہر جگہ ہر ملک میں پریشان ہے۔خواہ وہ مسلم ممالک ہوں یا غیر مسلم ممالک۔لہٰذا امن عالم کیلئے اور مسلمانوں کی فتح وکامرانی کیلئے اس رمضان المبارک کو غنیمت سمجھیں اور دعاء مقبول میں انہیں یاد رکھیں۔ہمارے بہت سے مسلمان بھائی اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں؟ انہیں ہر طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرتے ہیں، لہٰذا خصوصی طور پر ان اسیران کیلئے دعاء کریں، اللہ آپ کی دعا کو رائیگاں نہیں جانے دے گا اور ان کی رہائی کے اسباب مہیا کرے گا، انشاءاللہ۔

اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کیلئے اخلاص بہت ضروری ہے، اگر اخلاص نہیں ہوگا تو دعا قبول نہیں ہوگی۔دعا کی قبولیت میں جلد بازی نہ کریں اور نہ ہی مایوسی کے شکار ہوں مثلاً یوں کہنا کہ دعا کرتے ہوئے کافی عرصہ ہوگیا قبول ہی نہیں ہوتی۔دعا مانگنے سے پہلے اور بعد میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا چاہئے۔دعاء مانگنے کے اول وآخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا چاہئے۔کسی دعا پر اصرار نہ کریں مثلاً یوں کہنا کہ اے اللہ تجھے میری اس دعا کو قبول کرنا ہی ہوگی۔دعا کرتے وقت اپنے گناہوں کا اقرار کیجئے اور معافی مانگئے، توبہ کیجئے یہ عمل اللہ کو بہت پسندیدہ ہے۔

شب قدر:

ماہ مقدس کی راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر کہلاتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی امت پر رب ذوالجلال کی طرف سے ہونے والی خصوصی عنایات میں سے ایک عظیم عنایت ورحمت ہے۔قرآن مجید میں اس رات کو ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ ارشاد باری ہے: لیلة القدر خیر من الف شھر . شب قدر کی اہمیت کیلئے قرآن کریم میں بیان کردہ مذکورہ فضیلت ہی کافی تھی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس کی قدرومنزلت بتانے کیلئے متعدد ارشادات فرمائے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کیلئے کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔(بخاری)

مذکورہ حدیث اور تمام احادیث اور روایات جس میں کسی عمل صالح سے گناہوں کی معافی کا ذکر آتا ہے اس سے مراد گناہ صغیرہ ہوتے ہیں اس لئے کہ قرآن کریم میں کبیرہ گناہوں کی معافی کو توبہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں کئے جاتے۔اس لئے لیلۃ القدر کی عبادت ہو یا اور کوئی نیک عمل، اس کے فضائل پڑھ کر بلا جھجک گناہ کرتے جانا اور یہ امید رکھنا کہ یہ سبھی گناہ تو اعمال صالحہ سے معاف ہو ہی جائیں گے یہ جہالت ہے، کبیرہ گناہوں سے توبہ کا اہتمام لازم ہے، توبہ کے باوجود اس لغزش وخطا کے پتلے سے صغائر کا صدور ہوتا ہی رہتا ہے، شب قدر کی عبادتوں اور دوسرے اعمال صالحہ سے ان صغائر کی معافی بھی بہت بڑا انعام واکرام ہے۔

نبی کریم ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک

ایسا بابرکت مہینہ عطا کیا ہے جو سال کے تمام مہینوں میں گلاب کے مانند ہے، اگر ماہ رمضان کو تمام مہینوں کا سردار کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کیونکہ اس ماہ کے ہر ہر پل اور ہر ہر لمحے میں بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں، رحمتوں کی بارش طرح طرح کی پریشانیوں میں بندوں کو نہال کر دیتی ہے، بخشش کے بحر بے کنار گناہوں میں لتھڑے ہوئے اجسام کو صاف ستھرا دھو کر نفس امارہ سے نفس مطمئنہ بنا دیتے ہیں، رحمت خداوندی اس قدر جوش میں ہوتی ہے کہ سحری وافطاری کے اوقات میں ہزار ہا اس کے بندے عبادالرحمان کی صف میں شامل کر دیئے جاتے ہیں، ہر ہر عمل کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے نیکیوں اور اجر کے ایسے مہینے میں کون ہوگا جو اپنے رب کی عنایتوں اور لطف وکرم سے بہرورہ نہ ہو؟ کوئی نہیں۔

رمضان کی تین حصوں میں تقسیم:

اس مہینے کو تین حصوں میں بانٹا گیا ہے۔''اولھا رحمة ثانیھا مغفرة ثالثھا عتق من النار''.

''کہ پہلا عشرہ رحمت کا ہے اور دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے اور تیسرا وآخری عشرہ اپنی عبادات وریاضت اور اعتکاف سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو راضی کر کے جہنم سے خلاصی کا ہے۔ لہذا ہمارے درمیان یہ ماہ بشکل مہمان موجود ہے ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے معلوم نہیں آئندہ سال ہمیں یہ ماہ نصیب ہو بھی کہ نہیں۔''

روزہ کا مقصد:

روزے کا مقصد آدمی کو اطاعت کی تربیت دینا ہے۔ روزہ انسان کی فرماں برادریوں اور اطاعتوں کو ہر طرف سے سمیٹ کر ایک مرکزی اقتدار کی جانب پھیر دیتا ہے۔ اگر کسی آدمی نے احمقانہ طریقے سے روزہ رکھا جن چیزوں سے روزہ ٹوٹتا ہے ان سے پرہیز کرتا رہا اور باقی تمام افعال کا ارتقاب کئے چلا جاتا ہے جنہیں اللہ نے حرام کیا ہے تو اس کے روزے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک مردہ لاش کہ اس میں اعضا تو سب کے سب موجود ہوتے ہیں، صورت انسانی بنتی ہے، مگر جان نہیں ہوتی، بے روح روزے کو کوئی روزہ نہیں کہہ سکتا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو خدا کو اس کی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ حضور اکرم ? نے فرمایا: کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک پیاس کے سوا ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ کتنے ہی راتوں کو کھڑے رہنے والے ایسے ہیں جنہیں اس قیام سے رات جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ قرآن عظیم الشان میں فرمایا گیا: تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ یعنی روزے فرض کرنے کا اصل مقصد انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ تقویٰ کے معنی خوف کے ہیں اس سے مراد خدا سے ڈرنا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچنا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ کو کسی ایسے راستے سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے دونوں اطراف خاردار جھاڑیاں ہوں، راستہ تنگ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بارہا، انہوں نے پوچھا تو ایسے موقع پر آپ کیا کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی

اللہ عنہ نے فرمایا : میں دامن سمیٹ لیتا ہوں ، بچتا ہوا چلتا ہوں، دامن کانٹوں میں نہ الجھ جائے، حضرت ابی بن کعب نے فرمایا بس اسی کا نام تقویٰ ہے۔

رمضان اور قرآن:

ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے۔قرآن کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے جہاں فضائل آتے ہیں وہاں تنبیہہ بھی آتی ہے۔رمضان المبارک کو تربیت کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔ پورے سال کا ریفرشر کورس کیا جاتا ہے۔ باجماعت نماز کا معمول، راتوں کے قیام کا معمول ،صدقہ خیرات کی عادت سب کچھ سیکھنے کے ساتھ ساتھ صبر ،برداشت اور اپنے آپ کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ بابرکت مہینہ میں جہاں آسمانوں سے رحمتیں برستی ہیں۔انسانوں کے دل کیوں پتھر ہو جاتے ہیں۔انسان انسان کے ہاتھوں کیوں لٹتا ہے؟ کمر توڑ مہنگائی کیوں جنم لیتی ہے؟ حالانکہ شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے۔ پھر ایسا کیوں ہوتا ہے؟اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم رمضان کے حقیقی فلسفے کو سمجھنے سے محروم ہیں ۔رمضان رحمت ،مغفرت اور آگ سے نجات کے ساتھ ساتھ خود احتسابی کا مہینہ بھی ہے۔تبدیلی کا مہینہ بھی ہے، حقوق العباد کا مہینہ بھی ہے زکوٰۃ کا مہینہ بھی ہے۔ خیرات، صدقات کا مہینہ بھی ہے۔صحابہ فرماتے ہیں : رمضان کے مہینہ میں نبی اکرم ﷺ کمر کس لیتے تھے، رات کے قیام کو بڑھا دیتے ،تلاوت قرآن کو بڑھا دیتے ،صدقات ،خیرات کو بڑھا دیتے ،سب کچھ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی امت کے لئے کیا پھر میں اور آپ اس سے غافل کیوں ہیں۔کمی کہاں رہ گئی ؟یقیناً کمی ہمارے اپنے اندر ہے، ہمارے گھروں میں ہے، ہماری اولادوں میں ہے، ہمارے چلنے پھرنے میں ہے، لین دین ،بول چال، کاروبار میں ہے۔کیسے رمضان المبارک کے فیوض برکات کو سمیٹا جا سکتا ہے؟اس کے لئے مجھے اور آپ کو کیا کرنا چاہیے؟اس کے لئے قرآن وسنت میں رہنمائی کر دی گئی ہے ۔باہمی رواداری، برداشت، ایثار کے ساتھ خود احتسابی کے عمل کو اپناتے ہوئے اسلامی فلاحی معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔جھوٹ سے توبہ، قرآن سے لگاؤ، قیام اللیل کا معمول، حقوق العباد کا خیال دل وجان سے کرنا ہے۔دوسروں کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے آپ کو آئینہ کے سامنے رکھ کر سوچنا ہے۔

آج پھر نیکیوں کا موسم بہار پوری رعنائیوں کے ساتھ سایہ فگن ہو رہا ہے۔آیئے مل کر رمضان المبارک کا استقبال کریں اور احکام خداوندی اور فرمان رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھنے اور پہلے ،دوسرے اور آخری عشرے کے ثمرات کو سمیٹنے کا عزم کریں اور طے کریں کوئی بدلے نہ بدلے میں بدلوں گا، اپنے گھر میں تبدیلی لانے ،اولاد کو بدلنے کے لئے مسجد کو مرکز بناؤں گا۔اللہ مجھے اور آپ سب کو رمضان المبارک کی حقیقی برکات کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

ماہ صیام-نصب العین اور تقاضے

............● نایاب حسن

جس طرح موسمِ بہار میں درختوں کی شادابی قابلِ دید ہوتی ہے، خوش رنگ پرندوں کی چہچہاہٹ کانوں میں رس گھولتی اور ذوقِ سماعت کو آسودگی بخشتی ہے، کھیتوں کی از کراں تا بہ کراں پھیلی ہوئی ہریالی نگاہوں کو دعوتِ نظارہ دیتی اور آنکھوں کو سرور عطا کرتی ہے اور جس طرح ایک عرصے سے بنجر پڑی ہوئی زمین میں یک لخت زندگی کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں، بالکل اُسی طرح سال کے بارہ مہینوں میں رمضان المبارک کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ روحوں کی شگفتگی و شادابی کے ہزار سامان لے کر آتا ہے، اِس مہینے میں قلوب کی تنویر اور اذہان کی تطہیر ہوتی ہے، اَعمال کی اصلاح اور نیتوں کے اخلاص کا اس سے زیادہ سازگار موسم کوئی نہیں ہوسکتا، یہ اِسی مہینے کا خاصہ ہے کہ اس میں خیر وفلاح کے تمام ابواب وا ہوجاتے اور شر وفساد کے تمام دروں کو مقفل کردیا جاتا ہے، نیک اعمال کے اجر وثواب میں بے پایاں اضافہ کردیا جاتا اور بارگاہ رب العالمین سے ہر لحہ غفران ورضامندی کا عام اعلان ہوتا رہتا ہے، جو صالحین میں مزید طاعت وعبادت کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور شرپسندوں میں انابت الی اللہ کی خو پیدا کرتا ہے؛ چنانچہ اس مہینے میں مسجدیں بہ کثرت معمور رہتیں، اکثر وبیشتر لوگ تلاوت قرآن میں مصروف رہتے اور زیادہ سے زیادہ امورِ خیر کی انجام دہی میں اپنی بخت آوری سمجھتے ہیں۔

اِس مہینے میں انسانی زندگی میں برپا ہونے والا یہ عظیم انقلاب حادثاتی واتفاقی نہیں ہوتا؛ بلکہ قدرت کی مشیت کا تقاضا بھی یہی ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں پر روزے کی فرضیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''اے ایمان والو گذشتہ قوموں کی طرح تم پر بھی روزہ فرض کیا گیا ہے؛ تاکہ تم متقی ہوجاؤ''۔(البقرہ:۱۸۳)

لفظ تقوی ایک شرعی اصطلاح ہے اور یہ اپنے جلو میں معانی ومفاہیم کی وسیع تر کائنات رکھتا ہے، مختصر تعبیر میں اس کی تشریح یہ ہوسکتی ہے کہ بندے کا ہر مامور بہ کو بلا چوں وچرا بجالانا اور ہر منہی عنہ سے اجتناب کرنا، گویا اللہ نے رمضان کے روزے کو اس لیے فرض کیا ہے کہ بندہ امورِ خیر کی انجام دہی کا عادی ہوجائے اور امورِ شر سے نفرت اس کے قلب ودماغ میں جاگزیں ہوجائے، اسی طرح شہوانی وحیوانی قوتوں کو مغلوب کرکے اپنے اندر ملکوتی اوصاف پیدا کرلے اور انہیں نمایاں کرنے کی تگ ودو اس کا لازمۂ حیات بن جائے۔

اگر کسی شخص نے رمضان المبارک کے مہینے میں اس کے مقتضیات اور اسلام کی طرف سے بیان کردہ اصول وضوابط کا بہ تمام وکمال لحاظ رکھا اور بعد کی زندگی میں بھی انہی خطوط پر عمل

پیرا رہا، تو بلاشبہ اس نے روزے کے مقصد کو پورا کیا اور اس کے نصب العین کی یافت میں کامیاب رہا؛ لیکن اگر کسی نے رمضان المبارک کا مہینہ بھی غفلت کیشیوں اور نافرمانیوں کی نذر کردیا اور رحمتِ خداوندی کے پیہم نزول کا یہ موسم بھی اس کی حرماں نصیبیوں کا سلسلہ ختم نہ کرسکا، تو اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اس سے زیادت خائب وخاسر اور ناکام ونامراد کوئی نہیں ہوسکتا۔

نبی اکرمؐ نے جہاں اپنے عمل کے ذریعے رمضان المبارک میں ہر عملِ خیر کی ترغیب دی ہے، اس مہینے کی عبادتوں کے اجرو ثواب میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیے جانے کی بشارت دی ہے، وہیں آپؐ نے اُن امور سے احتراز کی بھی سخت تاکید کی ہے جو اس مہینے کی عظمت وقداست اور اس کے نصب العین کے منافی ہیں، آپؐ نے لب ولہجے کی پوری سنگینی کے ساتھ فرمایا: "**من لم يدع قول الزور والعمل به، فليس لله حاجة في ان يدع طعامه وشرابه**". (بخاری شریف، ح:۱۹۰۳) یعنی اگر کوئی شخص روزے سے ہو مگر غلط گوئی وغلط کاری سے باز نہ آئے تو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ، آپؐ نے مسلمانوں کو اس مہینے میں مکمل احتیاط، طاعت وعبادت کے اہتمام اور نافرمانی سے دور رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: "**إذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفت، ولا يصخب فإن سابه احد او قاتله فليقل إني صائم**". (بخاری، ح:۱۹۰۴، مسلم، ح:۱۱۵۱) یعنی اگر کسی شخص کا روزہ ہو، تو نہ وہ بری باتیں کرے، نہ شور وشغب میں مشغول ہو اور اگر کسی سے اس کی تو تو میں میں ہو ہی جائے یا کوئی اسے مرنے مارنے پر اتر آئے تو یہ کہہ کر دامن بچانے کی فکر کرے کہ میں روزے سے ہوں۔

> ★ بندے کا ہر مامور بہ کو بلا چوں وچرا بجالانا اور ہر منہی عنہ سے اجتناب کرنا، گویا اللہ نے رمضان کے روزے کو اس لیے فرض کیا ہے کہ بندہ امورِ خیر کی انجام دہی کا عادی ہوجائے اور امورِ شر سے نفرت اس کے قلب ودماغ میں جاگزیں ہوجائے ، اسی طرح شہوانی وحیوانی قوتوں کو مغلوب کرکے اپنے اندر ملکوتی اوصاف پیدا کرلے اور انہیں نمایاں کرنے کی تگ ودو اس کا لازمۂ حیات بن جائے۔

نبی پاکؐ کے مذکورہ بالا دونوں ارشادات کی روشنی میں اگر ہم اپنے روزوں کا جائزہ لیں، تو بہ خوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارا رمضان کتنا پابندِ شریعت ہوکر گزرتا ہے، ہم اس مہینے کی اہمت وعظمت کے بقدر اس کے حقوق کو ادا کررہے ہیں یا دیگر ایام اور مہینوں کی طرح یہ مہینہ بھی غفلتوں میں ہی گزر رہا ہے ، گر چہ اللہ کے ایسے پاک باز بندوں کی بھی کمی نہیں، جو صیامِ نہار اور قیامِ لیل کے ساتھ اس کا بھی اہتمام کرتے ہیں کہ ان کی زبان حتی الامکان ذکرِ الٰہی میں سرگرم رہے، وہ اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ امورِ خیر کو انجام دیں، ان کی نگاہیں شرعی حدود کو پھلانگنے نہ پائیں اور ان کا کوئی بھی عمل خلافِ شرع نہ ہو اور یقیناً ایسے لوگ قرآنی بشارت کے بہ

موجب اہل تقوی ہیں؛ لیکن ہم میں ایسے لوگوں کی بھی بہتات ہے، جو یا تو روزہ وتراویح کا اپنے کو مکلّف ہی نہیں سمجھتے یا اگر انہیں انجام دیتے ہیں، تو ان کے مقتضیات پر عمل کرنا ان کے لیے کارے دارد؛ چنانچہ ان کی زبانیں بے احتیاط، ان کی نگاہیں بے باک ان کے ہاتھ نا آشنائے خیر وشر اور ان کے قدم ہر اس جگہ کے لیے بے ساختہ اٹھ جاتے ہیں، جہاں ان کے نفس کو حظ حاصل ہو، گرچہ اس سے شریعت کی کتنی ہی بے حرمتی ہوتی ہو۔

حالانکہ اگر ہم رمضان المبارک کے فیضانات اس کی برکتوں، رحمتوں، عنایتوں اور بخششوں سے فیض یاب ہونا چاہتے ہیں، تو نہ صرف یہ کہ ہمیں اس کے روزوں، نمازوں اور دیگر عبادتوں کا اہتمام کرنا ہوگا؛ بلکہ ہمیں سابقہ تمام گناہوں سے توبہ کرنے کے ساتھ پورے عزوحوصلے کے ساتھ ہر اس عمل سے اجتناب کرنا ہوگا، جس کے عوض ہم ثواب کی بجائے عقاب کے مستحق گردانے جائیں، اس سے بڑی بدبختی اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ ایک ایسے مہینے میں جس کا لمحہ لمحہ اللہ تبارک وتعالی کی رحمت تامہ اور مغفرت کاملہ لب ریز ہے اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہمارا دامن مراد خالی رہ جائے۔

اس مہینے کا روزہ ویسے ہی فرض ہے، جیسے کہ مسلمانوں پر عقل و بلوغ کے بعد سے نماز فرض ہے، مگر اب ایسا اکثر دیکھنے میں آتا ہے، خاص طور سے شہری آبادیوں میں کہ جہاں غیر مسلم برادرانِ وطن اس مہینے میں مسلمانوں کی رعایت کرتے، اپنے مسلم ملازمین کے ساتھ روزے کی وجہ سے آسانی کرتے؛ بلکہ بسا اوقات بہت سے غیر مسلم مرد وخواتین بھی اس مہینے کی برکتوں کے حصول کے لیے روزہ رکھتے یا روزہ داروں کے لیے اجتماعی و انفرادی افطار کا اہتمام کرتے ہیں، وہیں ایک بڑی جماعت مسلم نوجوانوں اور صحت مند انسانوں کی ایسی بھی پائی جاتی ہے، جو بلا کسی شرعی عذر کے نہ صرف یہ کہ روزہ خوری کا قابلِ شرم وندامت عمل کرتی ہے؛ بلکہ عام دنوں کی طرح پوری بے غیرتی اور ڈھٹائی کے ساتھ ہوٹل گردی میں بھی مصروف رہتی ہے؛ اسلام نے تو ان لوگوں کو بھی رمضان کے مہینے میں عام لوگوں کے سامنے کھانے پینے سے منع کیا ہے، جو واقعتاً معذور ہیں اور روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے، تو پھر ان لوگوں کو برداشت کرنے کی گنجایش کہاں باقی رہ جاتی ہے، جو اچھے خاصے لحیم وجسیم ہونے اور توانا وتندرست ہونے کے باوصف دن بھر کا روزہ رکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے۔ جبکہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ روزہ یا نماز یا اسلام کی طرف سے مشروع کردہ کوئی بھی بڑی چھوٹی عبادت کسی دوسرے کے فائدے کے لیے ہرگز فرض نہیں کی گئی؛ بلکہ جتنے بھی اعمالِ خیر ہم انجام دیتے ہیں، سب کا دنیا میں یا مرنے کے بعد آخرت میں فائدہ ہمیں کو ملنا ہے؛ اس لیے ضرورت ہے کہ ہم فرائض کی اہمیت و قدر ومنزلت کو سمجھیں، خود بھی ان کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور اگر خود پڑھنے کی صلاحیت نہیں، تو علما سے رابطہ کریں اور ان سے اس مہینے کی عظمت، روزے کی فرضیت، تراویح، اعتکاف، شبِ قدر کی عظمت، تلاوتِ قرآن کی فضیلت اور اس مہینے میں صدقہ و خیرات کی اہمیت کا علم حاصل کریں اور اس پر عمل بھی کریں۔

❁ ❁ ❁

روزہ عبادت ہی نہیں

مھلک بیماریوں کا شافی علاج بھی

ڈاکٹر اسلم جاوید ....

یوں تو مذہب اسلام کا کوئی بھی رکن ایسا نہیں ہے جس کی جدید سائنسی تحقیق نے تائید وتحسین نہ کی ہو۔ آپ اسلام کی پاکیزہ ترین عبادت نماز کا ہی جائزہ لے لیجئے! سائنسدانوں نے نماز کے ایک ایک رکن جیسے ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا، دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ کر حالت قیام میں کھڑا ہونا، مسنون طریقہ سے رکوع کی ادائیگی جس میں پشت، گردن اور سر کو بالکل ہموار رکھنا، حالت سجدہ میں پیشانی پرزور دیکر زمیں پر پڑے رہنا وغیرہ تمام ارکان کی افادیت پر گفتگو کرتے ہوئے سائنسدانوں نے ہزاروں صفحات سیاہ کرڈالے ہیں۔ ابھی چند دن بعد رمضان کی آمد آمد ہے۔ پورے ماہ مقدس کے روزے کو ہم اہل ایمان پر رب العزت نے فرض کیا ہے اور یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ مذہب اسلام کی اس اہم ترین عبادت کو سائنسدانوں نے انسانی صحت کیلئے اللہ کی عطا کردہ انمول نعمت قرار دیا ہے۔ روزہ نہ صرف اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے بلکہ انسانی صحت کیلئے بھی مفید ہے۔ ہم اس سے اللہ تعالی کی بے پناہ رحمتوں سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ قبل تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ روزہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اس سے نظام ہضم کو آرام ملتا ہے۔ لیکن جیسے جیسے علوم طب نے ترقی کی اس حقیقت کا بتدریج ادراک ہوتا گیا کہ روزہ تو ایک طبی معجزہ بھی ہے۔ نظام ہضم جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک دوسرے سے قریبی طور پر ملے ہوئے بہت سے اعضاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ اہم اعضاء جیسے کہ منہ اور جبڑے میں لعابی غدود۔ زبان اور گلے سے معدہ تک خوراک لے جانے والی نالی، معدہ، بڑی آنت، جگر ولبلبہ یہ تمام اعضاء اس نظام کا حصہ ہیں۔ جیسے ہی ہم کچھ کھانا شروع کرتے ہیں یا کھانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ یہ سارا نظام حرکت میں آجاتا ہے۔ چناچہ روزہ ایک طرح اس سارے نظام ہضم پر ایک ماہ کا آرام طاری کردیتا ہے۔ کھانا کھانے کا حیران کن اثر بطور خاص جگر پر ہوتا ہے، کیونکہ جگر کھانا ہضم کرنے کے علاوہ دیگر عوامل سے تھکان کا شکار بھی ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے صفر صفرا کی رطوبت جس کا اخراج ہاضمہ کیلئے ہوتا ہے، وہ مختلف قسم کے مسائل پیدا کرتا ہے۔ روزہ کے ذریعے جگر کو چار سے چھ گھنٹوں تک آرام مل جاتا ہے۔ اس لئے سائنسی نکتہ نظر سے اس کے آرام کا وقفہ ایک

سال میں ایک ماہ تو لازمی ہونا چاہئے۔ جگر پر روزہ کی برکات میں سے ایک وہ ہے جو خون کے کیمیائی عمل اثرات سے متعلق ہے جگر کے انتہائی مشکل کاموں کو آسان کر دیتا ہے۔

ذہن نشین رہے کہ اسلام دین فطرت ہے، جو ہر شعبۂ حیات میں راہِ اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ آج مغرب میں بھی خورد ونوش میں زیادتی کو ناپسند کیا جاتا ہے اور اسے صحتِ انسانی کے لیے مضر گردانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب نبی محمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی:

اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ (اعراف 7:31)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے میں اسراف سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ: کھاؤ، پیو اور پہنو اور خیرات کرو بغیر فضول خرچی اور تکبر کے۔ (بخاری، کتاب اللباس، باب 4540، پہلی حدیث)

ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی لکھتے ہیں کہ کھانے میں اسراف صحت کے لیے مضر ہے اور بسیار خوری کی وجہ سے جسم موٹا ہو جاتا ہے، جس سے بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان کو کھانے کی صرف تھوڑی مقدار کی ضرورت ہے، جو انسانی جسم میں اتنی توانائی پیدا کر سکے جتنی توانائی انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے اور جس سے اس کی صحت اچھی رہ سکے اور وہ اپنی روز مرہ کی ذمہ داریاں پوری کر سکے۔ انسانی جسم کو جتنے کھانے کی ضرورت ہے، اس سے زائد جسم میں داخل ہونے والا کھانا چربی بن جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان کا وزن بڑھ جاتا ہے، اس کی رفتار سست ہو جاتی ہے اور انسان بہت جلد درماندگی اور تکان کا احساس کرنے لگتا ہے، نیز انسانی جسم بہت سے امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کھانے میں اسراف سے قرآن وسنت نے جو ممانعت کی ہے، اس کے پیچھے کیا حکمت کارفرما ہے۔ (حدیث نبویؐ اور علم النفس، ڈاکٹر محمد عثمانی نجاتی، ص 51)

بسیار خوری سے انسان کو لاحق ہونے والی مضرت تمام طریقہ ہائے علاج میں مسلّم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کیے ہیں تاکہ گیارہ ماہ کے دوران خورد ونوش کی بے احتیاطی کے مضر اثرات کا ازالہ ہو سکے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے روزے رکھنے کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے:

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (البقرہ 2:183)

قرآن کریم نے بیمار اور مسافر کے لیے روزے مؤخر کرنے اور جو روزے نہ رکھ سکیں، ان کے لیے فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد روزے کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

اور تمہارے لیے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ (البقرہ 2:184)

دراصل یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم حیاتیاتی علم کو سمجھو تو تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم روزے رکھو۔ کیونکہ روزہ

اپنے اندر بے شمار روحانی، نفسیاتی اور طبی فوائد رکھتا ہے۔ روزے کی طبی افادیت کی طرف نہایت مختصر مگر بلیغ اشارہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا: ''روزے رکھو، تندرست ہوجاؤ گے''۔ (مجمع الزوائد، ج 5، ص 344، کنزالعمال، رقم الحدیث 23504)

حکیم محمد سعید مرحوم لکھتے ہیں: ''روزہ جسم میں پہلے سے موجود امراض و آلام کا علاج بھی ہے اور حفظ ماتقدم کی ایک تدبیر بھی۔ روزہ رکھنے والا صرف بیماریوں سے ہی نجات نہیں پاتا بلکہ ان کے لاحق ہونے کے ممکنہ خطرات سے بھی محفوظ ہوجاتا ہے۔ اس کا طبی سبب یہ ہے کہ روزے سے قوتِ مدافعت بڑھ جاتی ہے''۔ (حکیم محمد سعید، عرفانستان، کراچی ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ص 175)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

''ہر شے کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے''۔

اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح زکوٰۃ مال کو پاک کردیتی ہے، اسی طرح روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے اور اس کے ادا کرنے سے جسم تمام بیماریوں سے پاک ہوجاتا ہے، بلکہ کذب، غیبت، حسد اور بغض جیسی باطنی بیماریوں سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

حافظ ابن قیم کے مطابق روزے کا شمار روحانی اور طبعی دواؤں میں کیا جاتا ہے۔ اگر روزہ دار ان چیزوں کو ملحوظ رکھے جن کا طبعی اور شرعی طور پر رکھنا ضروری ہے تو اس سے دل اور بدن کو بے حد نفع پہنچے گا۔ (محمد کمال الدین حسین ہمدانی، ڈاکٹر حکیم سید، اسلامی اصولِ صحت، علی گڑھ: حی علی الفلاح سوسائٹی، اشاعت اول 1405ھ/1985ء، ص 42)

گویا روزہ ہمیں صحت مند رکھنے، ہمارے امراض کو دفع کرنے اور مختلف بیماریوں کے خلاف ہماری قوتِ مدافعت بڑھانے میں انتہائی ممد و معاون ہے۔ آیندہ سطور میں روزے کی طبی افادیت کا تفصیلاً جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس روزے سے ہم بہت کچھ پاتے ہیں۔ سب سے بڑی چیز اس سے یہ حاصل ہوتی ہے کہ ہماری روح خواہشوں کے زور سے نکل کر علم و عقل کی ان بلندیوں کی طرف پرواز کے قابل ہوجاتی ہے، جہاں آدمی دنیا کی مادی چیزوں سے برتر اپنے رب کی بادشاہی میں جیتا ہے۔

اس مقصد کے لیے روزہ ان سب چیزوں پر پابندی لگاتا ہے جن سے خواہشیں بڑھتی ہیں اور لذتوں کی طرف میلان میں اضافہ ہوتا ہے۔ بندہ جب یہ پابندی جھیلتا ہے تو اس کے نتیجے میں زہد و فقیری کی جو حالت اس پر طاری ہوجاتی ہے، اس سے وہ دنیا سے ٹوٹتا اور اپنے رب سے جڑتا ہے۔ روزے کا یہی پہلو ہے جس کی بنا پر اللہ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا بھی میں اپنے ہاتھ سے دوں گا، اور فرمایا کہ روزے دار کے منہ کی بو مجھے مشک کی خوش بو سے زیادہ پسند ہے۔ اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں آنے والے ماہ مقدس کو اس کی ہدایات اور احکامات کے مطابق گزارنے اور رمضان کے تمام روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❀ ❀ ❀

قرآنی مدّات

زکوٰۃ کی معنویت و اھمیت

...... ● اختر امام عادل قاسمی

زکوۃ اسلام کے معاشی نظام کا ایک اہم حصہ ہے، جس سے مملکت کی بڑی تعداد اور انسانیت کا بڑا طبقہ مستفید ہوتا ہے، مملکت کے مالی واجبات اور دیگر اقتصادی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اسلام کے پاس ایک مکمل معاشی نظام موجود ہے، اور جب تک کسی سوسائٹی میں پوری طرح وہ معاشی نظام رائج نہ ہو اس وقت تک نہ اسلامی اقتصادیات کی معنویت سمجھ میں آسکتی ہے اور نہ سوسائٹی کی تمام ضرورتوں کی تکمیل ہوسکتی ہے۔

اسلامی بیت المال کی مالی مدات:

قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو اسلامی مملکت کی آمدات کو بالعموم چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: یعنی اسلامی بیت المال میں چار قسم کی مالی آمدات جمع ہوتی ہیں:

(۱) خمس: (الف) خمس غنائم: یعنی جنگ کے مواقع پر دشمنوں سے حاصل شدہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ، چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوتے ہیں، اور پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوتا ہے۔

(ب) خمس معادن: یعنی مختلف قسم کے کانوں سے نکلنے والی اشیاء کا پانچواں حصہ۔

(ج) خمس رکاز: یعنی زمین سے دریافت شدہ کسی قدیم خزانہ کا پانچواں حصہ۔

(۲) صدقات: اس میں مسلمانوں کی زکوۃ صدقہ فطر اور زمینی پیداوار کا عشر وغیرہ سب داخل ہیں۔

(۳) خراج اور مال فئی: اس میں غیر مسلموں کی زمینوں سے حاصل شدہ خراج اور ان کا جزیہ اور ان سے حاصل شدہ تجارتی ٹیکس اور وہ تمام اموال داخل ہیں، جو غیر مسلموں سے ان کی رضامندی کے ساتھ مصالحانہ طور پر حاصل ہوں۔

(۴) ضوائع: اس میں لاوارث مال، لاوارث شخص کی میراث وغیرہ داخل ہیں۔

ان چاروں مدات کے لئے الگ الگ مصارف مقرر کئے گئے ہیں، مگر فقراء ومساکین کا حق سب میں رکھا گیا ہے۔

پہلی مد یعنی خمس غنائم کے مصارف سورۂ انفال میں بیان کئے گئے ہیں، دوسری مد صدقات کے مصارف کا بیان سورۂ توبہ میں آیا ہے، تیسری مد مال فئی وغیرہ کا ذکر سورۂ ''حشر'' میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے، اسلامی حکومت کی اکثر انتظامی ضروریات (فوجی اخراجات، حکومت کے ملازمین کی تنخواہیں، تعمیری وترقیاتی منصوبے وغیرہ) اسی مد سے پوری کی جاتی ہیں۔ چوتھی مد یعنی لاوارث مال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور خلفائے راشدین کے تعامل کی روشنی میں معذوروں، محتاجوں، اور لاوارث بچوں کے لئے مخصوص ہے۔ (رد المحتار کتاب الزکوۃ، خطب فی بیان بیوت المال ومصارفہا)

اگر ہم مذکورہ بالا مدات میں کسی مد کو دوسرے مدات کے مصارف میں خرچ کرنے لگیں، اور شریعت اسلامیہ نے مالی مدات اور ان کے مصارف کے درمیان جو خط امتیاز کھینچا ہے، اس کا لحاظ نہ کر کے مصارف کو خلط ملط کر دیں، تو یہ ہماری بدترین غلطی ہوگی۔

اسلام نے ایک مکمل معاشی نظام کے لحاظ سے بیت المال کا ایک وسیع تصور دیا ہے اور ہر مد کے لیے جداگانہ تقاضے مقرر کیے ہیں۔ اگر کسی سوسائٹی میں اسلامی بیت المال کا وسیع نظام قائم نہ ہو، یا اس نظام کا صرف ایک جزو رائج ہو اور اس کی وجہ سے بہت سے بظاہر ضروری مصارف بیت المال کی امداد سے محروم ہو جاتے ہوں، اور ان تک مسلمانوں کی رقم نہ پہنچ پاتی ہو تو یہ ہماری ناقص سوسائٹی کا قصور ہے، اسلام کے نظام بیت المال کا نہیں۔

زکوٰۃ اسلام کے معاشی نظام کا ایک حصہ:

زکوٰۃ اسلام کے اسی معاشی نظام کا ایک حصہ ہے، زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی آمدنی اسلامی بیت المال میں کافی اہمیت رکھتی ہے، مگر جس طرح اس کے حاصل ہونے کے لئے اسلام نے بہت سی بنیادی ہدایات دی ہیں، اسی طرح اس کے خرچ کرنے کے لئے بھی کچھ اصول اور مصارف مقرر کئے ہیں۔

زکوٰۃ کے مصارف

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں:

''انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللّٰہ وابن السبیل فریضةً من اللّٰہ واللّٰہ علیم حکیم (سورہ توبہ: ۶۰)''

(فرض زکوٰۃ صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات کی وصولی پر مقرر ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا منظور ہے، اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں صرف کیا جائے اور قرضداروں کے قرضہ ادا کرنے میں، اور جہاد والوں کے سامان میں اور مسافروں کی امداد میں، یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں)

خدا کی طرف سے یہ تقسیم ایسی قطعی اور واضح ہے کہ اس میں کسی ترمیم وتبدیل کی گنجائش نہیں ہے، ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور مدّ زکوٰۃ سے مدد کا طالب ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت کریمہ کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

''ان اللّٰہ تعالیٰ لم یرض بحکم نبی ولا غیرہ فی الصدقات حتی حکم فیھا ھو فجزھا ثمانیة فان کنت من تلک الاجزاء اعطیتک حقک (ابوداؤد، ج: ۲، ص: ۲۸۱، مختصر السنن، ج: ۲، ص: ۲۳۱ دار المعرفة)''

(صدقات کی تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی یا غیر نبی کے حوالہ نہیں کیا؛ بلکہ خود ہی اس کے آٹھ مصرف متعین فرما دیئے اگر تم ان آٹھ میں داخل ہو تو تمہیں دے سکتا ہوں)

مدات زکوٰۃ کی اہمیت ومعنویت:

قرآن کے مقرر کردہ یہ آٹھ مدات بڑی اہمیت کے حامل ہیں، ان کے اندر انسانی زندگی کی بہت سی انفرادی اور اجتماعی ضروریات آ گئی ہیں، علامہ ابن تیمیہ نے ان مدات کی

معنویت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ ان مدات میں بنیادی طور پر دو باتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ مسلمانوں کی ضروریات کی تکمیل۔

(۲) اسلام کی نصرت وتقویت۔

فقراء ومساکین، عاملین زکوٰۃ، غلامی یا قرض میں مبتلا شخص یا مسافر کی امداد میں عام مسلمانوں کی ضرورت کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اور مجاہدین اور مولفۃ القلوب کی مالی اعانت میں اسلام کی نصرت و استحکام کا پہلو پیش نظر ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ، ج:۲۵، ص:۴۰)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مدات زکوٰۃ کی معنویت کا تجزیہ اس طرح کیا ہے:

(۱) مملکت اور انسانی زندگی کی ضروریات اور مسائل تو بیشمار ہیں، مگر بنیادی طور پر انسان کو اسلامی حکومت میں رہتے ہوئے تین قسم کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

(۱) شخصی ضروریات: فقراء ومساکین، مسافر، اور مقروض میں انہی ضروریات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

(۲) مسلمانوں کی اجتماعی حفاظت کا مسئلہ، اس ذیل میں مجاہدین اور عاملین آتے ہیں۔

(۳) حقیقی یا امکانی شرور وفتن کے دفاع کا مسئلہ اس ذیل میں مولفۃ القلوب اور جرمانہ کی بعض شکلیں آتی ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغۃ۲/۴۵ مطبوعہ رشیدیہ دہلی)

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ''فقر اور سفر'' کو تمام مدات کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ (العرف الشذی علی الترمذی، ج:۱، ص:۱۴۲)

قرآنی مدات میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں ہے:

اگر ہم ان مدات پر الگ الگ نظر ڈالیں تو ان کی معنویت اور بھی اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔

آیت کریمہ میں زکوٰۃ کے لئے آٹھ مدات بیان کئے گئے ہیں، اور کلمہ حصر ''انما'' اور احادیث کی روشنی میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ان مدات میں کسی اضافہ کی گنجائش نہیں ہے، یہ تو ممکن ہے کہ کسی مقام پر یہ تمام مدات بیک وقت موجود نہ ہوں، ایسے حالات میں جمہور فقہاء کے نزدیک زکوٰۃ تمام مدات تک پہنچانا ضروری نہیں ہے بلکہ مذکورہ مدات میں سے جو بھی بآسانی دستیاب ہوجائے اپنی زکوٰۃ اس میں صرف کر دینا درست ہے، یہ رائے حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ، حضرت سفیان ثوری اور امام ابوعبید کی ہے۔ صحابہ کرام میں حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن عباس کی بھی یہی رائے ہے۔ (المغنی۲/۶۶۸، ۶۷۰، فتح القدیر۲/۱۸، الشرح الکبیر وحاشیہ الدسوقی۱/۴۹۸)

البتہ حضرت امام شافعی کے نزدیک موجود تمام مدات تک زکوٰۃ پہنچانا ضروری ہے اور اگر یہ تمام مدات موجود نہ ہوں تو کم از کم تین مدات کو بہرحال اپنی زکوٰۃ برابر برابر پہنچانا لازمی ہے۔ (المجموع ۶/۱۸۵، ۱۸۶، شرح المنہاج وحاشیۃ القلیوبی وغیرہ۳/۱۲۰، الموسوعۃ الفقہیہ۲۳/۳۳۰)

اس کے بعد ہم ان مدات پر ایک نظر ڈالتے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔

فقراء ومساکین:

فقراء ومساکین زکوٰۃ کے سب سے اہم ترین مصرف ہیں، اور زکوٰۃ وصدقات کا نظام بڑی حد تک (بقیہ صفحہ۳۲ پر)

دہشت گرد و دہشت گردی کون اور کیا؟

ایک مطالعہ

انور جمال قاسمی مظفر پوری

ستمبر 2001ء سے دہشت گردی کے الفاظ سے دنیا شاید بہت کم واقف تھی، امریکی دفاعی و تجارتی سنٹروں پر ہوئے ہوائی حملے کو امریکہ نے پہلی بار دہشت گردانہ حملہ سے تعبیر کیا، اس کے بعد سے ہی وہ عالمی سطح پر شہرت پائی اور اب ان پندرہ سالوں میں اپنی بیشمار سرگرمیوں، حرکتوں اور کارروائیوں کی وسعتوں سے ایسا خوفناک لفظ ہو چکا ہے، جس کے ممکنہ وقوع کے خدشے ہی سے دنیا کا ہر خطہ سہما ہوا رہتا ہے۔

امریکہ پر ہلاکت خیز دہشت گردانہ حملے کے بعد وسیع پیمانے پر رونما ہونے والے دہشت گردانہ واقعات اور اس کے حوالے سے حکومتوں کے طرز عمل و حکمت عملی کا بہ غور مطالعہ کیا جائے تو اول مرحلہ میں دو باتیں صاف نظر آتی ہیں، جس نے دہشت گردانہ عمل کے پھیلاؤ و سخت خون خرابے کا سبب بنی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ اب تک دنیا کے جن خطوں میں دہشت گردانہ واقعہ ہوئے ہیں، اس کی غیر جانبدارانہ تحقیق کے فقدان کا احساس دنیا کے ہر باشعور انسان نے کیا ہے اور اصل مجرم تک پہنچنے میں، ملک کے اعلیٰ جنس ادارے سے بالقصد یا بلا قصد سستی و کاہلی کا مظاہرہ تا ہنوز ہو رہا ہے اور ایماندارانہ تفتیش و تلاش کی جانکاہ محنت و مشقت نہ اٹھا کر بہ آسانی و عجلت میں ہر اس گروپ و افراد کو مجرم بنا کر گرفتار کئے جانے کی روایت بنائی ہے، جو برسر اقتدار احزاب کے سیاسی و حکومتی پالیسی کے ناقد و مخالف رہے ہیں یا پھر وہ حکومت و اکثریتی فرقے کے مذہبی و معاشرتی افکار و خیالات، رسم و رواج کو ہضم کرنے اور اس کے نفاذ میں کسی بھی معاونت سے انکار و مخالفت کیا ہے۔

دوسری شئی یہ کہ ہر جگہ گرفتار مجرموں و قصورواروں پر پاک و صاف منصفانہ عدالتی کارروائی کئے جانے کی کمی و کمزوری بھی عام لوگ دیکھ رہے ہیں اور عموماً سرسری عدالتی کارروائی سے انھیں سخت ترین سزاؤں کا مستحق قصوروار بنا کر جیل پہنچا دیا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ 11/ستمبر 2001ء کا دہشت گردانہ واقعہ امریکہ براعظم کا قیامت خیز واقعہ تھا، جس کی تباہی و ہلاکت نے پوری دنیا کو لرزہ براندام کر دیا تھا، لیکن اس کے بعد امریکہ نے خاطر خواہ تحقیق و تفتیش کئے بغیر محض سابقہ دشمنی کی بنیاد پر اس قدر اندھا دھند وسیع انتقامی کارروائیاں کی کہ وہ اس دہشت گردی کو بریک تو نہ لگا سکا، لیکن اس سے ان بے شمار انسانوں کے دلوں میں آگ لگا دی جن کے آدمی محض شک و شبہ کی بنیاد پر یا تو مارے جا چکے تھے، یا پھر جیلوں میں بند کر دیئے گئے تھے۔ اس کے رد عمل میں انہی لوگوں کے ہم خیال و ہم مزاج آدمیوں نے مختلف ناموں، و نوع بہ نوع شکلوں میں دہشت گردانہ حرکتیں انجام دے رہے ہیں، جسکی زد میں کسی نہ کسی سبب سے وہ مسلم ریاستیں بھی آگئیں، جو مادی معدنی اور افرادی قوتوں

میں اپنی ایک حیثیت و مقام رکھتی تھیں، اس کے علاوہ 2001ء میں عرب بہار یہ کی جب بادبہاری اٹھی، تو عالمی سطح پر یہ محسوس کیا جانے لگا کہ اب اس کے جھونکے عرب ریاستوں کی عوام کو نئی زندگی کی شروعات کے لئے نئی تازگی و توانائی بہم پہنچائے گی، لیکن عرب بہاریہ سے پیدا نتائج وثمرات کو غلط استعمال، اس کے تعلق سے منفی سوچ اور اس کو غلط سمت دینے کی کوششیں عالمی سطح پر دہشت گردی وشدت پسندی کو جنم دینے کا دوسرا بڑا اہم سبب ہے، جو بہت جلد ان مسلم ملکوں کو بھی خون خرابے اور آتشیں وخونی کھیلوں میں تبدیلی کر رہا ہے، جو اَب تک اس سے دور ومحفوظ تھے، ان ریاستوں کے حکمراں وافواج نئے بدلے ہوئے آتش فشاں حالات کے وجوہات کا گہرائی سے جائزہ لئے بغیر اپنے مخالفین کو دہشت گرد بنا کر ان کو کچلنے ودبانے میں جس قدر طاقت وتوانائی صرف کر رہے ہیں، اسی تناسب سے ان مفروضہ دہشت گردوں کی شیطنت ودہشت گردی کا گراف پھیلتا جا رہا ہے اور تا حال بعض استثنا کے پوری مسلم دنیا خانہ جنگی، خون خرابہ اور دہشت گردی میں اس طرح پھنس چکی ہیں کہ بہ ظاہر مستقبل قریب میں ان سے انھیں نکلنے کے راستے نظر نہیں آ رہے ہیں۔

یہی بات ان غیر مسلم ممالک کے تعلق سے بھی بلا شک کہی جاسکتی ہے، جہاں وقتاً فوقتاً دہشت گردانہ واقعہ رونما ہوتے رہتے ہیں اور وہاں کی حکومتیں محض شک وشبہ اور میڈیائی بیان کی بنیاد پر بہت سے بےقصور افراد کے خلاف سخت ترین قدم اٹھا کر ان کے انتقامی جذبے کے بھڑکانے کا سبب بن رہی ہیں اور اصل قصووار کو اپنی مجرمانہ حرکتوں کو بڑھانے کا موقع دے رہی ہیں، یہ محض خیالی و ہوائی باتیں نہیں ہیں، اس کی مثالیں خود ہمارے ہندوستان میں سینکڑوں موجود ہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ ان ملکوں میں بھی امن وسلامتی قائم ہونے کے بجائے دہشت و شدت پسندی کے دائرے پھیلتے جا رہے ہیں۔

یہاں ہر آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ آخر یہ سخت جاں دہشت گرد کون اور کیسے لوگ ہیں، جن کی دہشت گردانہ حرکت و عمل سے پوری دنیا ان کے خلاف ایک محاذ بنا چکی ہے، آئے دن ان کو نیست و نابود کرنے کی میٹنگیں ہوتی رہتی ہیں اور ان کے ٹھکانوں پر بمباریاں ہوتی ہیں، پھر بھی وہ پھیلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

اس کو سمجھنے کے لئے ہمیں بہ یک وقت ''پنٹاگن وٹریڈ یونین'' ٹاور پر حملے کے وقت کے حالات ذہن نشیں کرنے ہوں گے، جن سے اس امریکی جڑواں ٹاور کے حملہ آوروں کو دہشت گرد کے الفاظ سے موسوم کیا گیا، پھر اس کے بعد جن افراد وگروہ سے خواہ کسی بھی مقصد ومطلب کے حصول کیلئے اس سے ملتی جلتی شدت آمیز حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں، تو ان تمام کو بھی انہی خوفناک الفاظ سے پکارا جاتا ہے۔

امریکی فخر وعظمت کا نشان پنٹاگن وجڑواں ٹاور پر حملہ آور کی صحیح شناخت وٹھوس سراغ حاصل ہوئے بغیر عجلت میں ''اسامہ بن لادن'' اس کے اصل مجرم و ماسٹر مائنڈ تسلیم کر لئے گئے اور انھیں امریکہ کو سپرد کئے جانے کے مطالبہ کا دباؤ افغانستان کی طالبانی حکومت پر ہونے لگا، جہاں وہ ان دنوں بہ طور مہمان قیام پذیر تھے، دوسری طرف طالبانی حکومت بلا اطمینان بخش ثبوت جرم کے اپنے مہمان خصوصی کو کسی بھی حکومت کو حوالہ کرنا خلاف شرع سمجھ کر پیچھے ہٹتی رہی، جس نے افغانستان پر امریکی قیادت میں ناٹو چڑھائی کا جواز فراہم کیا، اور چونکہ اسامہ بن لادن کا وضع قطع اسلامی تھا، ان کے میزبان طالبانی حکومت خود کو اسلامی حکومت ہونے کا دعویٰ کرتی تھی، ان کا بھی ظاہری طور طریقہ، لباس پوشاک اسلامی تھا، ان تمام اسلامی مظاہر سے متعصف

ہونے کے باوصف بھی اب وہ امریکہ کا حملہ آور دہشت گرد بن چکے تھے، اس واقعہ سے فائدہ اٹھا کر اسلام دشمن وجانبدار ذہن کی حامل میڈیا نے عالمی برادری کو یہ تاثر دینے کی بھرپور کوشش کی کہ مسلمان اور اسلام پسند ہی دہشت گرد ہوتے ہیں، عالمی برادری کی اس ذہنیت کو اس کے بعد ان واقعات سے بھی تقویت ملتی رہی، جو مسلم ریاستوں کے حکمرانوں اور مسلم جماعتوں وتنظیموں کے مابین مختلف مقاصد کو لے کر جاری اختلافات کا مناسب حل نہ ہونے کے سبب وہ جھڑپوں وٹکراؤ کی صورت میں نمودار ہورہے تھے، اس وقت کی اسلام مخالف بنی فضاؤں سے ان حکومتوں نے فائدہ اٹھا کر اپنے مخالفوں کو اسلامی نظام کے نفاذ و اسلامی غلبہ کی حامی جماعت کو عالمی سطح پر پیش کرنے لگیں، اس کے نتیجے میں وہ حکومتیں ان جماعتوں کو اپنے جائز مطالبے سے دست بردار ہونے پر مجبور کرنے اور اپنے لئے عالمی ہمدردیاں وحمایتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں اور ان تنظیموں و جماعتوں کو مسلم طاقتوں سے دبانے و کچلنے کو اسلامی مجاہدین و اسلامی دہشت گرد کے آپریشن کا نام دیا جاتا رہا ہے، اس اسلام بیزار بنائے گئے ماحول کا انتہائی افسوسناک نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ اب دنیا کی کوئی بھی مسلم حکومت اپنا طرز حکومت عوامی پالیسی اپنانے میں بے خوف ومکمل آزاد ہوچکی ہے، اس کی اس طرز حکومت سے وہاں کے مذہبی، سیاسی، ثقافتی اور شہری حقوق اگرچہ پامال ہوتے ہیں، پھر بھی اس کی عوام اگر اس کے خلاف آواز بلند کرتی ہے یا ان حکومتوں کو اپنی پالیسی پر نظر ثانی کی اپیل کرتی ہے، تو انھیں اسلامی، انتہا پسند کہہ کر پوری دنیا کے کان کھڑے کر کے یکطرفہ طور پر انھیں صفایا کرنے کا جواز حاصل کرلیا جاتا ہے۔

دوسری طرف دنیا کے جن خطوں وملکوں میں مسلم تنظیمیں وتحریکیں شدت پسندانہ ودہشت خیز حرکتیں اپنائے ہوئی ہیں اور اپنے کو جہادی اور اپنے عمل وسرگرمی کو بہ زعم خود جہاد کا نام دے رہے ہیں، قابل غور امر ہے، ہمیں تو اتنا معلوم ہے کہ اسلامی جہاد ایک پاکیزہ جدوجہد ہے، اس کا کام فتنہ فساد پیدا کرنا اور انسان کو خوف زدہ کرنا نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کو مٹانا اور عوام کو سکون وراحت پہنچانا ہوتا ہے، ماحول میں بے وفی وسلامتی بحال کرنا ہوتا ہے، نیز جہاد کے نفاذ کے لئے مخصوص حالات ومواقع کا ہونا لازمی ہے، پھر اس کے اصول وضابطے، شرائط وقیود اور اخلاق وآداب ہیں، جن کو ملحوظ رکھنا ہر مجاہد پر لازم ہوتا ہے، اس کی خلاف ورزی کی صورت میں اس کا کمانڈر اس کو جہادی عمل سے معزول کرنے کا مجاز ہوتا ہے، اس کی روشنی میں آج شدت پسند تنظیموں کی جو انسانیت سوز حرکتیں عالمی میڈیا میں دکھائی دیتی ہیں، اس سے بالیقین اسلامی تعلیم کے معمولی جانکار کو جہادی عمل کہنے میں سخت تامل آڑے آتا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ اس خون ریزی وانسانی ظلم وبربریت سے اسلامی تعلیم واسلامی جہاد دونوں کے معنیٰ ومفہوم مسخ ہورہے ہیں، وہ اسلام کے اعتقادات و معاملات سے نفرت اور مسلمانوں سے بغض وعناد کی فضا بنانے کا بھی غیر معمولی سبب بن رہا ہے۔

اس لئے ان جہای تنظیموں وتحریکوں کی تنظیمی ساخت ، ان میں شریک افراد کی تعلیمی واخلاقی حالات، ان کے اذہان و رجحان، عادات وکردار، ان تنظیموں کے اصل مقاصد، ان کی شدت پسندی ودہشت گردی کی کیفیت، ان کی دائرے وحدود وغیرہ کا گہرائی سے مطالعہ اب وقت کی اہم ضرورت بن چکی ہے، اسی سے صحیح اسلام پسندوں کی جہادی سرگرمیوں اور بہ نام اسلام غیر اسلامی مقاصد کے حصول میں غارت گری، یا اسلام کی افرادی قوت گھٹانے یا اسلام کی بیخ کنی کی غرض کی دہشت گردی میں امتیاز وفرق کیا جانا ناممکن ہوسکتا ہے، جن کی مثال میں کئی

ملکوں میں سرگرم شدت پسند تنظیمیں پیش کی جاسکتی ہیں، جن کی شدت پسندی نے ظلم و بربریت کی تمام حدیں پار کرچکی ہیں، ان کی جڑیں مشرق سے زیادہ مغرب میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں، جہاں سے انھیں اسلامی جہاد کے نام پر افرادی قوتیں مل رہی ہیں، یہ قوتیں اخلاقی و اصلاحی حیثیت سے اسلامی تاریخ کے دور آخیر کے مجاہدین جیسی بھی نظر نہیں آتی ہیں، پھر یہ کون لوگ ہیں، جن کے اندر موجودہ اسلام بیزار دور میں از خود اسلامی راہ میں جان دینے کے جذبے کیسے پیدا ہوئے ہیں اور وہ انھیں شدت پسند تنظیموں میں شمولیت پر مجبور کیا ہے، مزید برآں ان شدت پسند جماعتوں کو انہی ملکوں سے افرادی کمک حاصل ہورہی ہے، جو عین اسی وقت ان کے خلاف محاذ آرا ہیں، نیز ان دہشت گرد اسلامی مجاہدین کے نشانے سرکاری املاک وخزائن، افراد و افسران، ملکی ادارے و افواج کا عوام و جنتا کے مقابلہ میں زیادہ ہونا بھی ایک معمہ ہے، جب کہ جہاد کا میدان عوام ہوتے ہیں نہ کہ سرکار و حکومتیں، اسی طرح گاہے بگاہے مغربی ملکوں میں بھی بے فائدہ دہشت گردانہ عمل کے ذریعہ ملکی فضا کو خوفناک بنادینا کیسا جہاد ہے، ان پر مستزاد یہ کہ ان شدت پسند و دہشت گرد اسلامی مجاہدین کا اسلامی شعائر، مساجد، و مکاتب اور اسلامی آثار و یادگاروں کو بموں سے اڑانا اور مسلمانوں و بے قصور انسانوں کے قتل کرنے کو جہاد کہنا عقل وفہم سے بالاتر شئی ہے، موجودہ وقت میں تحت الثریٰ میں چھپے رائی کے برابر اسلام مخالف واقعہ ومعاملہ کو پربت بنا کر پیش کرنے کی عادی میڈیا کی آنکھوں سے ان تنظیموں کی اصلیت، ان کے مقاصد ومعاون کا پوشیدہ ہونا یا ان کا بالقصد خاموش رہنا بھی حیرت خیز امر ہے، یہ وہ نکات ہیں جن کا انتہائی گہرائی سے مطالعہ کرنا قیام امن وامان میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

ان سخت گیر و انتہا پسند گروپوں کے مقابلے میں وہ طاقتیں وحکومتیں ہیں، جو دنیا میں قیام امن وامان کے ارادے سے ان شدت پسندوں سے نبرد آزما ہیں اور ان کے خلاف جدید ترین جنگی اسلحہ استعمال ہونے کے باوصف ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کا محاورہ صادق آرہا ہے، اس لئے یہ طاقتیں اگر قیام امن وسلامتی میں واقعی مخلص ہیں، میدان کارزار میں تبدیل ملکوں کی پریشانی ومصائب دور کرنے میں ان کے ارادے صاف وبےلوث ہیں، تو انھیں بھی چاہئے کہ ان جنگجو طاقتوں کو زیر کرنے کے اب تک کے آزمودہ مسلمہ طریقے بدل کر ان غیر مسلح طریقے اپنا کر دیکھا جائے، جو انسانی طبع کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور جنھیں انسانی ذہن وقلب قبول کرنے میں جھجکتے نہیں ہیں، جن میں شدت پسند طاقتیں اپنی حفاظت اور اغیار کی طرف سے ہمدردیاں وسلامتی محسوس کرتی ہوں، ان میں انھیں اپنے اغراض و مقاصد کے تسلیم کئے جانے کی امیدیں اور اپنا اعتبار واحترام نظر آتا ہو، تو بہت ممکن ہے کہ وہ گفت وشنید، افہام وتفہیم کی میز پر آنے کے لئے تیار ہوجائیں، جن سے اکیسویں صدی کے آغاز سے شروع ہونے والی ہلاکت خیزیوں وخونریزیوں کے ختم ہونے یا سرد پڑنے کا کوئی حل نکل آئے، اگر ایسا نہیں ہوتا اور دونوں فریق یعنی عالمی سطح پر پھیلی ہوئی دہشت گرد جماعتوں اور ان کے حریفوں کے درمیان جاری اقدامی ودفاعی جھڑپیں کہیں آگے چل کر ملکی اور پھر عالمی جنگوں کا پیش خیمہ نہ بن جائے، جیسا کہ یمن، عراق اور شام میں ہورہا ہے، سچ کہا ہے کہ موجودہ دور کے نوبل ایوارڈ یافتہ سائنٹسٹ، عظیم سیاسی رہنما، مفکر ومبصر البرادعی نے کہ بعض ملکوں نے بعض تنظیموں کے معمولی مطالبے نہ مان کر ان کے خلاف شدت برت کر درحقیقت دہشت گردی کو ہوا دی ہے۔

❁ ❁ ❁

میدان جنگ سے دنیا کو امن کا پیغام

● این جے قاسمی

''مسلمانو! بے شک میں تمہیں رغبت دلاتا ہوں، اس چیز کی طرف جس کی رغبت اللہ بزرگ و برتر نے دلائی، سنو! سچائی اور صداقت کی منزلوں میں سے ایک منزل پر تم آج آگئے ہو یہاں جو کام تم اللہ کی خوشنودی کی نیت سے کروگے وہی قبول کیا جائے گا۔ پس لڑائی کے وقت تمہارا ارادہ صرف اعلائے کلمۃ الحق کا ہی ہو، سختیوں اور مایوسیوں میں صبر و ثابت قدمی اختیار کرنے سے تمام رنج و غم دور ہوجائیں گے۔ مشکلیں آسان ہوجائیں گی اور آخرت میں نجات حاصل ہوگی، تم میں اللہ کا نبی موجود ہے جو تم کو (عذاب سے) ڈراتا ہے اور (نیکی) کا حکم کرتا ہے۔ خبردار! آج کسی ایسی غلطی کے مرتکب نہ ہونا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائے۔ اب جہاد کا موقع ہے اس وقت اللہ تعالی سے ایسی پر خلوص دعائیں مانگو ایسے عمل کرو کہ اس نے جو تم سے وعدہ کیا ہے وہ پورا ہوجائے۔ اس کی رحمت اور بخشش تم کو اپنی آغوش میں لے لے۔ بے شک اللہ کے وعدے سچے ہیں اور اس کے عذاب بھی بڑے سخت ہیں۔

سنو! میں خود بھی اور تم سب بھی اس حی القیوم کی ذات کی مدد سے یہاں بچ سکتے ہیں۔ ہم سب اسی کی طرف جھکتے ہیں اور اسی پاک ذات سے ہم مضبوطی پاتے ہیں، اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اسی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے۔ اللہ تعالی ہم کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے۔''

کیا آپ جانتے ہیں کہ محسن انسانیت اور معلم کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب کس موقعہ کا ہے۔ ایک سادہ ذہن انسان جس نے سیرت نبوی کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اگر وہ یہ خطاب پڑھے گا تو وہ بلا جھجک اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ مسجد نبوی کے خطاب میں سے ایک ہے۔ کیوں کہ اس میں مصیبتوں پر صبر و استقامت، سچائی کی تلقین، اللہ کی عظمت وقوت پر بھروسہ رکھنے کی تعلیم اور شرک سے پرہیز کرنے کا سبق ہے۔ لیکن آپ کو حیرت ہوگی کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطاب عام حالت میں نہیں کی۔ بلکہ یہ خطبہ آپ ﷺ نے میدان بدر میں اس وقت دیا ہے۔ جب مٹھی بھر اور اسلحوں سے خالی 313 نفوس پر مشتمل اسلامی افواج کے مقابلہ 950 جنگجو اور پچاس خدمت گار، جن میں سو سو اسلحہ بند سواروں کی چھ ٹکڑیاں، اس طرح چھ سو زرہ پوش سپاہی، فوج میں سات سو اونٹ، ایک سو گھوڑے اور ان گنت جدید اسلحہ سے دشمنوں کی فوج لیس تھی۔ ایسے موقعوں پر ایک ماہر جنگجو اور کمانڈران چیف لڑائی کی باریکیوں اور دشمن کی کمزوریوں سے اپنی فوج کو آگاہ کرتا ہے۔ اپنی فوج کو حملہ کے طریقہ کار سے واقف کرتا ہے کہ کس طرح گھات لگا کر دشمنوں پر وار کرنا اور کیسے دشمنوں کے جان و مال کو نقصان پہنچانا ہے۔ مگر قربان جایئے اس

کائنات کے معلم انسانیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے، وہ اتنے سخت اور مشکل ترین حالات میں جہاں ہلکی سے لاپرواہی سے خدائے وحدہٗ و لاشریک پر عقیدہ رکھنے والوں کا خاتمہ ہوسکتا تھا، دشمنوں کا مقصد بھی یہی تھا۔تجارتی قافلہ کو بچانا صرف بہانا تھا بلکہ وہ ہجرت کے فوری بعد سے ہی اس فراق میں تھے کہ مدینہ میں سکون سے رہنے والے مسلمانوں کا خاتمہ کردیا جائے تاکہ آئندہ کوئی بھی شخص سامنے نہ آئے جوان کی عظمت و برتری کو چیلنج کرسکے۔لیکن اس سخت ترین حالات میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فوجیوں کو سچائی کی تعلیم دے رہے ہیں۔انہیں جنگ کی باریکیاں سمجھانے کی بجائے خدا کی قدرت اور طاقت پر بھروسہ کرنے اور شرک سے بچنے کی تلقین فرمارہے ہیں۔یہی محسن انسانیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ورفعنا لک ذکرک کا راز ہے۔محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی وہ ادا ہے جو آپ ﷺ کو دنیا کے تمام جرنیلوں اور سپہ سالاروں اور حکمرانوں سے ممتاز کرتی ہے۔میدان بدر میں کس کی جیت ہوئی اور کون ہارا یہ تو پوری دنیا جانتی ہے۔مگر اقوام عالم اب تک یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر تین سو تیرہ سپاہی جن کے پاس سواری کیلئے نہ گھوڑا ہے اور نہ کھانے کیلئے اونٹ نہ دشمنوں کے وار سے بچنے کیلئے عمدہ قسم کے زرہ اور نہ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے جدید اسلحے اس کے باوجود اسلامی فوج فتح یاب کیوں کر ہوئی۔چشم فلک حیران ہے اور تاریخ حرب ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیکہ آخر محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کی تربیت اور تعلیم کس طرح سے کی تھی کہ ''خون کے رشتے میں ایک ڈور میں پروئے ہوئے، نسب ایک ،وطن ایک، زبان ایک، لیکن عقیدہ کے اختلاف نے تمام رشتے منقطع کردیئے۔نسب ختم ہوگیا، صرف نسبت لگی رہی، وطن چھوٹ گیا، یاد باقی رہ گئی، زبان وہی لیکن کلمہ بدل گیا، خون کے رشتے سے بڑی گرہ اللہ کے نام کی تھی۔جب ہی تو باپ کے مقابل بیٹا، پسر کے سامنے پدر تھا، بھائی کی نظروں کا ہدف بھائی تھا۔دراصل امتیاز خیر وشر نے خون کو خون سے جدا کردیا تھا۔نہ رشتے کی کوئی وقعت، نہ خون کی کوئی اہمیت اللہ کی محبت اور رسول ﷺ کی نسبت تمام محبتوں اور نسبتوں پر حاوی۔جب ہی تو چشم فلک نے مطلع ایمان پر عجب حیران کن منظر دیکھا۔مقاصد نے ان میں اختلاف پیدا کیا اور تلوار نے فیصلہ دیا (سیرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قباء سے غزوہ غابہ تک)

میدان بدر صرف حق و باطل کی رزمگاہ نہیں ہے کہ جہاں باطل ہار گیا اور حق جیت گیا۔بلکہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر سے پوری دنیا کو مساوات، معاہدہ کی پاسداری، حق پر ثابت قدمی اور انسانیت کا سبق دیا۔یہ بڑی ناانصافی ہے کہ دنیا جنگ بدر کو صرف ایک لڑائی کے طور پر دیکھتی ہے۔جنگ بدر تاریخ حرب کی پہلی ایسی لڑائی تھی جس نے جنگ و جدال کے تمام اصول وطریقے بدل دیئے۔جنگجوقوم میں دشمنوں کی عزت وناموس کو بے آبرو کرنا، بچے اور ضعیفوں کو نشانہ بنانا، مال و اسباب کو لوٹنا جنگی حربے سمجھتے تھے۔لیکن محمد عربیؐ نے جنگ و جدال کا طریقہ بدل دیا کہ دشمنوں کی افواج کی عورتوں کی اتنی ہی عزت کرو جتنی اپنی عورتوں کی کرتے ہو۔دشمنوں کے بچے اور ضعیفوں کا اتنا ہی خیال رکھو جتنا اپنے بچوں اور ضعیفوں کا۔اس

لیے اسلامی افواج کیلئے عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کونشانہ بنانا ممنوع قرار پایا، قیدیوں کا مثلہ کرنا حرام ٹھہرا۔ کھیتوں کو اجاڑنا ناجائز۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے کوچ کرنے سے لے کر 80 کلومیٹر کی مسافت پر واقع میدان بدر تک مساوات، معاہدہ کی پاسداری اور انصاف کی بے شمار نظیریں پیش کیں۔ مدینہ سے کوچ کرتے وقت اسلامی افواج کے ہر تین آدمیوں میں ایک اونٹ تھا۔ اسی طرح راستہ پیادہ کی رفتار سے طے کیا گیا، نیز ہر مجاہد نے تین چوتھائی حصہ چل کر طے کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک مرکب حضرت علیؓ، حضرت ابولبابہؓ او حضرت زید بن حارثہؓ تھے۔ اصول کے مطابق ان تینوں کو باری باری سوار ہونا تھا۔ مگر یہ تینوں کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ ان کے مولا و آقا پیدل چلیں اور وہ سواری پر۔ ان تینوں جانثاروں نے یہ پیش کش رکھی کہ ''ہم خوشی سے پیدل چل لیں گے آپ سوار رہیں'' شاید دنیا کا کوئی اور قائد ہوتا تو وہ یہ پیش کش قبول کر لیتا اور اس کے پاس سواری کرنے کیلئے سو دلیلیں بھی ہوتیں۔ مگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم صرف سپہ سالار اور کمانڈر ان چیف نہیں تھے کہ آپ کا مقصد دشمنوں پر رعب ڈالنا مقصد ہوتا۔ بلکہ قیامت تک آنے والے لوگوں کیلئے معلم انسانیت تھے۔ اس لیے یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ آپ ﷺ سواری پر چلیں اور آپ کے شریک پیادہ۔ ارشاد فرمایا:

نہ تم سب پیادہ روی میں مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ میں ثواب حاصل کرنے سے بے نیاز ہوں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی مساوات اور دلبرانہ قیادت کا نتیجہ تھا کہ آپ نے میدان فتح کرنے سے زیادہ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی فرمائی۔

مکہ میں کفار جب مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے اس وقت حضرت حذیفہ اور ان کے والد حضرت یمان زیارت کعبہ کیلئے مکہ میں موجود تھے۔ دشمنوں نے ان دونوں باپ بیٹے کو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ ان دونوں نے بڑی مشکل سے کفار کو یہ سمجھایا کہ وہ جاسوس نہیں ہیں۔ بڑی مشکل سے اس عہد کے ساتھ جان چھوٹی کہ کل کے دن اگر مسلمانوں سے مقابلہ ہوا تو وہ لڑنے کیلئے نہیں آئیں گے۔ دونوں باپ بیٹے تلوار کے سایہ میں وعدہ کر کے مدینہ واپس ہو رہے تھے کہ راستے میں بدر کی طرف کوچ کر رہے اسلامی افواج سے ملاقات ہوگئی۔ سارا ماجرا کہا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی۔ مسلمان کسی صورت میں وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔ مومن کا وعدہ تو پتھر کی لکیر اور قرض کی طرح واجب الادا ہے۔ اسلامی افواج میں آدمی کی کمی ہے اس کے باوجود ارشاد فرما رہے ہیں کہ ''تم اپنے گھر جاؤ اور عہد کی پابندی کرو، رہی فتح تو وہ ہم اپنے رب سے مانگیں گے جو اس پر قادر ہے'' (سیرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

عین جنگ کے وقت انصاف کا عظیم الشان مظاہرہ:

دونوں طرف جنگ کی تیاری مکمل ہے۔ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے صفیں درست کی جا رہی ہیں۔ مجاہد اعظم، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدوں کی صفوں کا معائنہ فرما رہے ہیں کہ دیکھا کہ ایک مجاہد صف سے باہر نکل آیا ہے فرمایا اپنی صف میں رہو۔ کچھ دیر کے بعد نظر پڑی تو دیکھا پھر صف کے باہر ہے۔

متنبہ فرمایا تو وہ صف میں شامل ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد وہاں سے گزر ہوا تو پھر انہیں بے ترتیب پایا۔ ہاتھ میں جو تیر تھا اس سے ہلکا سا کچوکا دیا اور فرمایا سواد بن غزیہ تم بار بار اپنی صف کو کیوں توڑ دیتے ہو۔ مجاہد چیخ اٹھا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی علیہ وسلم آپ نے مجھے ایذا پہنچائی۔ اللہ نے آپ کو حق اور عدل کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ مجھے بدلہ دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ کیا تم بدلہ لینا چاہتے ہو؟ عرض کیا کہ ہاں، فرمایا اس تیر سے اپنا قتال لو، مجاہد سواد بن غزیہ نے کہا کہ میرے جسم پر تہبند کے علاوہ کوئی کپڑا نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پیرہن ہے۔ بدلہ کس طرح لوں، چشم فلک متعجب انداز میں پورا نظارہ دیکھ رہی ہے اور موقع پر موجود جانثاران محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم دم بخود یہ نظارہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں عدل و انصاف کی تاریخ رقم کرنے والے محسن انسانیت نے اپنا پیرہن اٹھا دیا۔ سوادؓ بن غزیہ بڑھے اور اپنا تیر ایک طرف پھینک دیا۔ بے اختیار جسم اطہر کو جگہ جگہ سے بوسہ دینے لگے۔ عرض کیا یارسول اللہ کہا ں بدلہ اور کہاں کا انتقام؟ مصاف جنگ میں کھڑا ہوں، جانے کدھر سے کوئی تیر آئے اور وہ قضا بن جائے۔ شہادت کی تمنا میں آیا ہوں، آپ ﷺ سے پھر ملاقات ہو یا نہیں، دل نے چاہا کہ شہادت سے پہلے اپنے ہونٹوں کو جسم مبارک سے مس کرلوں تاکہ اس کی برکت سے نار جہنم سے محفوظ ہوجاؤں۔ اس لیے صف سے بار بار باہر ہورہا تھا۔ ورنہ کیا مجال کہ آپ ﷺ کے حکم سے سرتابی کروں۔ (سیرت بن ہشام، کتاب المغازی مصنفہ ابن واقدی)

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

آج کی دنیا خود کو مہذب اور ترقی یافتہ کہتی ہے اور روشن خیالی کے خبط میں مبتلا ہے۔ خود فہمی میں مبتلا اور روشن خیالی کے زعم میں گرفتار قوموں کا کردار متضاد ہے ایک طرف ان کی روشن خیالی کی انتہا ہے کہ وہ جانوروں کی موت پر چیخ اٹھتے ہیں۔ اسے انسانیت کی تذلیل قرار دے کر مرتکبین کو انجام کار تک پہنچانے کا اعلان کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف گوانتاناموبے، عراق اور افغانستان میں عقوبت خانے میں قیدیوں کے ساتھ ان کا سلوک ہے جسے دیکھ کر انسانیت کیا جانور بھی شرمندہ ہوجائے۔ ان نام نہاد مہذب قوموں نے قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی اور ظلم وتشدد کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں کہ قیامت تک آنے والی قومیں اس پر شرمندہ ہوتی رہیں گی۔ لیکن معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی ایک نئی طرح ڈالی۔ پندرہ دنوں تک بدر کے قیدیوں کے مستقبل سے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا مگر کیا مجال کہ کوئی ان کے ساتھ بدسلوکی کرسکے۔ ام المومنین حضرت سودہؓ خود بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے بدر کے قیدی ابو یزید سہیل بن عمرو کو جنہوں نے صلح حدیبیہ کی شرائط لکھی تھیں دونوں ہاتھ رسی سے گردن میں بندھے کھڑے ہے دیکھ کر کہا کہ اے ابو یزید قیدی بننے کی ذلت پر عزت کی موت کیوں نہ مرگئے۔ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی کہ اے سودہؓ کس چیز نے تجھے اللہ ورسول کی نافرمانی پر ابھار دیا ہے۔ حضرت سودہ نے اپنی اس غلطی پر معذرت کی۔ ابو یزید سہیل بن عمرو بڑے شعلہ بیان مقرر تھے۔ اپنی شعلہ بیانی سے اسلام کے خلاف

دشمنوں کو ابھارتے اور حوصلہ دیتے تھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ اس دشمن اسلام کے آگے کے دانت نکلوا دیجئے تاکہ وہ آئندہ کبھی بھی دشمنوں کو اسلام کے خلاف ابھار نہ سکے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اس کے اعضاء کو بگاڑوں گا تو اللہ میرے ساتھ بھی یہی سلوک فرمائے گا۔اگرچہ کہ میں اس کا رسول ہوں، کیا عجب کہ کل یہ اس مقام پر کھڑا ہو جہاں پر تم ہو۔آپ کی نگاہ بصیرت نے ان کا مستقبل دیکھ لیا تھا آخر کار فتح مکہ کے موقع پر ابو یزید سہیل بن عمرو مشرف بہ اسلام ہوئے اور وفات نبوی کے رونما ہونے والے فتنہ ارتداد پر نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ اپنی شعلہ بیانی سے دوسروں کو بھی ارتداد سے بچاتے رہے۔ان کا مشہور جملہ ہے ''اے اہل مکہ! تم نے ایمان لانے میں دیر کی، کہیں اس سے پھر جانے میں پہل نہ کرنا۔بدر کے قیدیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار و اقارب تھے۔آپ کے چچا حضرت عباس جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے وہ بھی گرفتار ہو کر آئے۔ان کی رسی ڈھیلی کی گئی تو تمام دیگر قیدیوں کی بھی رسی ڈھیلی کی گئی۔پندرہ دنوں کے صلاح و مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ قیدیوں کو قتل کرنے کے بجائے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے تاکہ مستقبل میں ان کے ایمان قبول کر لینے کے امکانات روشن رہیں۔کچھ قیدیوں کے پاس اتنے روپیہ نہیں تھے کہ وہ زر فدیہ ادا کر کے رہا ہو سکیں ان سے متعلق فیصلہ کیا گیا وہ مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں ان کے لئے یہی زر فدیہ ہے۔تاریخ انسانی میں یہ پہلا موقع ہے جب جنگی قیدیوں کا زر فدیہ تعلیم و تعلم قرار پایا ہو۔

جنگ بدر آخر کیوں ہوئی؟

مغربی مورخین، مستشرقین اور جدید مفکرین جنگ بدر اور دیگر غزیہ اور سرایا سے متعلق یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ چونکہ مکی مسلمان خالی ہاتھ مدینہ ہجرت کر کے آئے تھے اس لئے ان کی اقتصادی حالت بے حد خراب تھی۔مدینہ کے انصار بھی کوئی خاص خوشحال نہیں تھے۔وہ کسان تھے، کھیتوں میں دن رات کام کرنا ان کا مشغلہ تھا۔اخوت اور بھائی چارہ کے قیام کے ذریعہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ پر قابو پانے کی کچھ حد تک کوشش کی مگر پہلے سے بدحال مدینہ کے انصار کیلئے مہاجرین کی ذمہ داری بڑا بوجھ تھا۔اس کی وجہ سے مدینہ میں عام زندگی بے حد مشکل ہو گئی۔فاقہ کی نوبت تک جا پہنچی۔یہ صورت حال محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بڑا چیلنج تھا۔اس لیے مدینہ میں قیام کے بعد آپ نے عربی قبائل کے پرانے طریقہ کو اپنایا یعنی تجارتی قافلہ کو لوٹ کر اپنی اقتصادی کو بہتر بنایا۔مغربی مورخین کے بقول یہ غزوے اور سرایا سب اسی مقصد کے تحت کیے گئے۔یہ سفید جھوٹ ہے۔تاریخ کے کئی پہلوؤں سے کنارہ کشی کرنے کا نتیجہ ہے۔مغربی مورخین سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے اسلامی جنگوں کو غلط روپ دینا چاہتے ہیں۔مگر حقیقت عیاں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد نہ اقتصادی حالت کو بہتر کرنا تھا اور نہ ہی علاقوں کو فتح کرنا بلکہ آپ کا مقصد روئے زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنا، بے کسوں اور مظلوموں کو انصاف دلانا تھا۔یہ غزوے امن اور عدل اجتماعی کے قیام کیلئے کئے گئے۔غزوہ بدر سے متعلق بھی یہ غلط فہمی پھیلائی جاتی ہیکہ ''یہ جنگ مسلمانوں کی طرف سے

چھیڑی گئی تھی۔اگر وہ ابوسفیان کی قیادت میں تجارت کی غرض سے جا رہے قافلہ کو لوٹنے کی کوشش نہیں کرتے تو یہ جنگ نہیں ہوتی''۔ یہ صرف نصف سچ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مدینہ ہجرت کے بعد بھی قریش مسلمانوں سے بدلہ لینے کے فراق میں تھے۔انہیں یہ گوارا نہیں تھا کہ مسلمان سکون و اطمینان سے رہ سکیں اس لیے وہ مسلسل اس تاک میں تھے کہ تین سو کلو میٹر دور مسلمانوں کو پریشان کیا جائے۔قریشیوں نے عبداللہ بن ابی کو جنہیں مدینہ میں سردار کا درجہ حاصل تھا الٹی میٹم پر خط لکھا کہ وہ محمد اور ان کے ساتھیوں کو حوالہ کردیں ورنہ جنگ کیلئے تیار رہیں۔مدینہ کی بستی پر حملہ کرنے کیلئے قریش نے فنڈ جمع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اس غرض سے ابوسفیان کی قیادت میں ایک بڑا تجارتی قافلہ ملک شام بھیجنے کا فیصلہ ہوا،اس قافلہ مکہ میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں تھا جس کا مال نہیں لگا تھا۔سبھوں نے حصہ لیا تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لیا جا سکے۔کسی طرح یہ خبر مدینہ تک پہنچی۔مورخین اس پر متفق ہیں کہ ہجری کے پہلے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں کوئی بھی تیاری نہیں کی بلکہ ہجری کے دوسرے سال میں یہ خبریں آنے لگیں کہ مدینہ پر بڑا حملہ ہونے والا ہے تو آپ نے دفاعی کوشش شروع کیں۔ابتدائی سریہ اس دفاعی مہم کا ہی حصہ ہے۔مورخین یہ تصور دیتے ہیں کہ 8 رمضان 2 ہجری کو مدینہ سے کوچ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کو لوٹنے کیلئے ہی کیا تھا۔یہ سراسر غلط ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد قافلہ کو لوٹنا ہوتا تو آپ شاہراہ شام کا محاصرہ کرتے نہ کہ الٹی جانب بدر کی طرف کوچ کرتے۔کیوں کہ آپ کو خبر ہو چکی تھی کہ ابوجہل اور سرداران مکہ اپنے قافلہ کی حفاظت کے نام پر اپنا ایک بڑی فوج لے کر مدینہ کی طرف آ رہے ہیں ان کا مقصد قافلہ کی حفاظت سے کہیں زیادہ مدینہ کی چڑھائی تھی۔یہی وجہ ہے کہ یہ خبر ملنے کے باوجود کہ قافلہ صحیح سلامت آ چکا ہے ابو جہل اور قریشی لشکر نے پیش قدمی جاری رکھی۔کیا ایسی صورت حال میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاموش رہنا چاہیے تھا۔ظاہر ہے کہ اس کا جواب نہیں دیا جاتا تو مدینہ ایک غیر محفوظ علاقہ ہو جاتا اور مدینہ جیسے اسلامی ریاست کا ماڈل بننا تھا اس کا وجود ہی ختم ہو جاتا۔ایسی صورت میں کفار مکہ کا مقابلہ کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا۔(حاصل مطالعہ: عہد نبویؐ کے غزوات و سرایا امن اور عدل اجتماعی کے قیام میں ایک موثر عامل مصنفہ ڈاکٹر رؤفہ اقبال،غزوات نبوی کے اقتصادی پہلو مصنف ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی ندوی)

چنانچہ جنگ بدر کی فتح کے بعد دوررس اثرات مرتب ہوئے،حق و باطل کا یہ معرکہ قیامت تک کیلئے مسلمانوں کیلئے روشن مینار اور عزم و حوصلہ کی داستان ہے۔بدر کے مجاہدوں نے اپنے سرخ خون سے جو تاریخ رقم کی اس کے اثرات رہتی دنیا تک باقی رہیں گے اور قوت و غلبہ اور طاقت کے نشہ میں چور قوموں کو بدر کی فتح یہ بتاتی رہے گی کہ جنگیں قوت اور ہتھیاروں سے نہیں جیتی جاتیں بلکہ عزم و حوصلہ،خلوص وللّٰہیت،ایثار و قربانی اور صداقت کی خوبیوں سے لیس قومیں نہ صرف جنگوں میں فتح یاب ہوتی ہیں بلکہ وہ زمانہ کے دلوں کو فتح کرتی ہیں۔

❀ ❀ ❀

روہنگیا بحران

انسانیت کے علمبرداروں کی خاموشیاں؟

............● نوراللہ جاوید

مشہور امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے ایک کارٹون شائع کیا ہے جس میں دکھلایا گیا ہے کہ سمندر میں ایک کشتی جس میں ہزاروں روہنگیائی مسلمان سوار ہیں ساحل کی تلاش میں رواں دواں ہے، مگر بنگلہ دیش، میانمار، تھائی لینڈ، ملیشیا اور انڈونیشیا میں سے کوئی بھی ملک اس کشتی کو اپنے ملکوں کے ساحل کے قریب پہنچنے تک نہیں دے رہی ہے۔ کارٹونسٹ نے فنکارانہ انداز میں ان ملکوں کی بے حسی و انسانیت سے عاری رویہ کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا روہنگیائی بحران صرف جنوبی ایشیا کے ان چند ممالک کی بے حسی یا پھر میانمار کے حکمراں اور وہاں کی اکثریتی عوام جو اپنے آپ کو مہاتما بدھ کے پیروکار بتاتی ہے کی پتھر دلی اور بے حسی و بے غیرتی کا مظہر ہے، بلکہ روہنگیائی بحران پوری دنیا کے سامنے ایک سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ سوال صرف اس بات کا نہیں ہے کہ روہنگیائیوں کا تعلق کس مذہب اور طبقہ سے ہے، بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا یہ لوگ انسان نہیں ہے اور ان کا قصور کیا ہے؟ انہیں بے وطن اور بے گھر کیے جانے پر پوری دنیا تماشائی کیوں ہیں، آخر یہ لوگ اپنی زندگیوں کو سمندری طوفان کے حوالہ کیوں کررہے ہیں؟ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل جیسے انسانیت کے 'محسن ادارے' آخر کس مرض کی دوا ہیں؟ کیا یہ صورت حال عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کیلئے کافی نہیں ہیں؟۔

دراصل روہنگیائی بحران ذاتی اغراض و مقاصد کے بھینٹ چڑھ چکا ہے؟ غریبوں اور بے کسوں اور ان پڑھوں کا یہ طبقہ دنیا کے کسی بھی ملک کیلئے کارآمد نہیں ہیں، بلکہ ایک بوجھ ہیں، برعکس اس کے روہنگیائیوں کی زمین اور ان کے مکانات ترقی یافتہ ممالک کیلئے زیادہ کارآمد ہیں؟ وہاں بڑے پیمانے سرمایہ کاری کیے جانے ہیں، ترقی یافتہ ممالک میانمار کے اس حصہ کو للچائی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں، بلکہ یہ روہنگیائی بحران ان کیلئے نعمت مترقبہ سے کم نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ 16 مئی کو چین کے شہر شنگھائی میں ایشیا کے دو بڑے طاقتور لیڈر ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی اور چینی صدر ژی جین پنگ نے پوری دنیا کو یہ واضح پیغام دینے کی کوشش کی کہ اب عالمی قیادت کی ذمہ داریاں چین اور ہندوستان مشترکہ طور پر کرے گی۔ ہندوستانی وزیر اعظم مودی نے کہا کہ ''ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان اور چین مل کر پوری دنیا میں انسانیت کیلئے کام کریں، مگر جس وقت ان دونوں

رہنماؤں کے بیانات پوری دنیا میں نشر کیے جارہے تھے اسی وقت 25ہزارروہنگیا ئی بدنصیب مسلمان جس میں بوڑھے، خواتین اور بچے شامل تھے وہ انڈومان کی سمندر میں پناہ کیلئے ترس رہے تھے۔سمندروں کی لہروں اور طوفانوں سے بچنے کیلئے ایشائی ممالک کے لیڈروں سے زندگی کی بھیگ مانگ رہے تھے،مگر صرف ایشیاء کی نہیں بلکہ پوری دنیا کی قیادت کرنے کی خواہش رکھنے والیے یہ دونوں لیڈروں نے ایک لفظ بھی میانمار کی قیادت اور روہنگیا کے بے گھر و بے بس لوگوں کے متعلق کہنا گوارانہیں کیا۔

گزشتہ مہینہ جب نیپال تباہ کن زلزلہ کی زد میں آیا تو چین اور ہندوستان دونوں نے ایک دوسرے بر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہوئے ریلیف کام میں حد سے زیادہ مستعدی کا مظاہرہ کیا۔دوونوں ممالک نے ایک دوسرے سے آگے جانے کیلئے میڈیا ئی پروپیگنڈہ کا کا سہارا لیا،جس کی وجہ سے نیپالی عوام کو یہ محسوس ہونے لگا یہ ریلیف کے کام ان کی مدد سے کہیں زیادہ خودکو پروجیکٹ کرنے کیلئے کیا جارہاہے اوراس کیلئے میڈیا کا سہارا لیا جارہا ہے۔آخرکارانہیں مجبوراً ’’گوہوم انڈین میڈیا‘‘(واپس جاؤ ہندوستانی میڈیا) کی مہم چلانی پڑی ۔مگر نیپال کے تباہ کن زلزلہ سے کہیں زیادہ ہولناک انسانی سانحہ جہاں گزشتہ کئی دہائیوں سے انسانیت کوقدموں سے روندا جارہا ہے ، روہنگیائی شہریوں کوملک بدری کیا جارہا ہے پوری مسلم اقلیت آبادی بدھشٹ دہشت گردی کا شکار ہیں،مگر پوری دنیا کی قیادت کرنے کا خواب دیکھنے والے ان دونوں ممالک کی اس انسانی سانحہ پر خاموشی یہ ثابت کرتی ہے کہ روہنگیائی آبادی ان دونوں عظیم لیڈروں کے مفادات کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔

چین اور ہندوستان دونوں کے میانمار سے گہرے روابط ہیں ، دونوں ملکیں میانمار میں بڑے پیانہ پرسرمایہ کاری کرنے والے ہیں ۔بالخصوص روہنگیاؤں کے علاقہ میں ۔چین کی سرکاری کمپنیاں اگلے 35سالوں میں روہنگیا ئی اکثریتی آبادی والےصوبہ ارکان میں بلین ڈالر سے کہیں زیادہ کی سرمایہ کاری ریلوے،ائیرپورٹ، بلڈنگ، پورٹ، پائپ لائن کی تعمیر میں کرنے والے ہیں۔ہندوستان پورٹ پروجیکٹ میں 120ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کرنے کامنصوبہ بنارکھا ہے ۔ہندوستان کی انرجی کمپنی میانمار میں گیس پائپ لائن کی تعمیر میں سرمایہ کاری کیلئے تگ و دو کررہی ہے۔کیا ایسے میں یہ دوایشیائی قیادت میانمار حکومت کوحقوق انسانی کا سبق بڑھاکر اپنے مفادات کونقصان پہنچاسکتے ہیں۔

روہنگیائی بحران ہندوستان اورچین کے ساتھ ساتھ میانمار میں سرمایہ کاری کے خواہش مندترقی یافتہ ممالک ماحول سازگارکررہے ہیں؟ ان دونوں لیڈروں کی خاموشی کم وبیش یہی کہانی بیان کررہی ہے۔حقوق انسانی تنظیموں کابھی یہ خدشہ ہے کہ یہ منصوبے خطے کی نسلی کشیدگی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔کیوں کہ اتنے بڑے پیانے پرسرمایہ کاری کیلئے زمین سب سے بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔زمین کے حصول کیلئے حکومتوں کوعوامی مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔کسانوں اور زمین مالکان کی شرطوں پر معاہدے کرنے پڑتے ہیں،اس لیےاس نسلی کشیدگی کا سہارا لے کر پورے علاقے سے ہی مقامی آبادی کا صفایا کیا جارہاہے۔

یہ الگ بات ہے کہ چین کا شمار دنیا کے ان ممالک میں

ہوتا ہے جہاں حقوق انسانی کی سب سے زیادہ پامالیاں ہوتی ہیں، جہاں مسلم اقلیت کو جبراً اپنی عبادت گاہوں میں ناچ گانے پر مجبور کیا جاتا ہے، مذہبی شعار اپنانے پر سزائیں دی جاتی ہیں۔ جہاں تک ہندوستانی وزیراعظم نریندر مودی کا تعلق ہے وہ خود بھی ایک ایسے نظریہ اور جماعت سے وابستہ ہیں جن کا دیرینہ موقف ہی اقلیتوں کو دوسرے درجہ کا شہری بنانا شامل ہے۔ مودی جی کی جماعت اور ان کے ساتھی بار بار اقلیتوں کو یہ یاد دلاتے رہتے ہیں وہ ملک کے دوسرے درجہ کے شہری ہیں، سخت ترین بیانات اس کا مظہر ہے۔

انسانیت پر مفادات کو ترجیح دینے کی سب سے بڑی مثال حقوق انسانی کی عالمی چمپئن، نوبل انعام یافتہ اور میانمار کی اپوزیشن لیڈر آنگ سان سوچی ہیں جو روہنگیائی بحران پر نہ صرف خاموش تماشائی ہیں، بلکہ پس پردہ وہ بھی روہنگیائی شہریوں کی دربدری کی حامی نظر آرہی ہیں۔1991 میں جب نوبل کمیٹی نے برما کی اس خاتون کو امن ایوارڈ دینے کا اعلان کیا تو اس وقت کمیٹی کے ممبران نے بیان جاری کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ جبر وتشدد کے خلاف ایک علامت بن کر دنیا کے سامنے آئیں گی۔21 سال بعد جب وہ نظر بندی سے آزاد ہوئیں اور 2012 میں امن نوبل انعام قبول کرتے ہوئے آنگ سان سوچی نے کہا تھا کہ ''ایک ایسی دنیا تعمیر کرنے کی ضرورت ہے جہاں ہر ایک شہری کو پوری آزادی کے ساتھ جینے کا حق ہو اور وہاں ظلم و جبر کی کوئی گنجائش نہ ہو''۔ مگر آج خود ان کے ملک میں حقوق انسانی کی پامالیاں ہورہی ہیں، روہنگیائی شہریوں کو سرکاری سرپرستی میں ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ایسے میں آنگ سان سوچی کی خاموشی پوری دنیا کیلئے حیران کن ہے۔ جب کہ آنگ سان سوچی کی ایک آواز روہنگیائی کی قسمت بدل سکتی تھی۔ چوں کہ آنگ سان سوچی برما کی اپوزیشن لیڈر ہیں، اگلے سال وہاں انتخابات ہونے والے ہیں، اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ وہ ملک کی اگلی سربراہ بن سکتی ہیں، ایسے میں وہ روہنگیائیوں کے ساتھ ہمدردی اور ان پر مظالم کے خلاف آواز بلند کر کے 90 فیصد بدھشٹ آبادی کو نظر انداز کر کے اپنے مستقبل کے امکانات کو معدوم کرنا نہیں چاہتی ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ انہوں نے 2013 میں بی بی سی کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ برما میں تشدد کیلئے مسلمان اور بودھشٹ دونوں ذمہ داری ہیں؟ انہوں نے مشل حسین کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ مسلمانوں پر تشدد کیے جارہے ہیں مگر بودھشٹ بھی نشانہ بن رہے ہیں۔ گرچہ انہوں نے اس کیلئے ایک بھی مثال نہیں پیش کی۔

دراصل حقوق انسانی، اظہار رائے کی آزادی، احترام انسانیت کے نعرے استعماریت اور سامراجیت کے آلہ کار بن چکے ہیں، سامراجی اور استعماری قوتیں ان حسین نعروں کو کمزور اور بے کسوں کی مدد کرنے کے بجائے اپنے مخالفین اور ان ملکوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں جہاں ان کے مفادات کو نقصان پہنچنے والے ہوتے ہیں، حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ نعرے کمزوروں اور ناتواں لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھنے کیلئے کھڑے ہی نہیں۔ یہ مفادات اور خود غرضی کی دنیا میں اس جیسے نعروں کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے اور امن کے نوبل انعامات، قیام امن کے عالمی ادارے یہ سب صرف دھوکے ہیں، ہم بیوقوف ہیں کہ ان ایوارڈوں اور نعروں سے سے کوئی اچھائی کی امید رکھتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

حق شہریت سے محروم
برما کے مظلوم مسلمان!

● شمس تبریز قاسمی

میانمار جنوبی ایشیا کا ایک غریب ترین ملک ہے۔ اس کی سرحدیں ہندوستان، بنگلہ دیش، چین اور تھائی لینڈ سے ملتی ہیں۔676578 کیلومیٹر کے رقبہ پر یہ ملک محیط ہے۔یہاں کی کل آبادی51 میلین افراد پر مشتمل ہے جس میں تیرہ لاکھ مسلمان بھی شامل ہیں۔یہاں اکثریت بدھشٹوں کی ہے۔اور یہی یہاں کا قومی مذہب ہے۔80 فی صدر بدھشٹ ہیں۔6 فیصد برمی مذہب کے لوگ ہیں۔5 فیصد پروٹسٹینٹ عیسائی ہیں۔ 4فی صد مسلم آبادی ہے۔ہندوؤں کی آبادی دو فیصد ہے۔ایک فی صد کیتھولک عیسائی ہیں۔

میانمار کا قدیم نام برما ہے۔ مانڈلے اور اس کے اطراف میں قیام پذیر قبیلہ کا نام میانمار ہے جو نویں صدی عیسوی میں تبت اور چین سے یہاں پہنچے تھے۔گیارہویں صدی میں ان کو انوراٹھا نے متحد کیا جنہوں نے پگان کو دارالحکومت بنایا اور بودھ مذہب کو درآمد کیا۔1287ء میں قبلائی خان نے برما پر حملہ کر کے ملک کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا جس کے بعد شان قبیلہ کے افراد اقتدار پر قابض ہوگئے۔سولہویں صدی عیسوی میں ٹنگو خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔اٹھارہویں صدی میں الونگ پھیہ نے وہاں جاری شورش کو کچلنے میں کامیابی حاصل کی اور ہندوستان پر لشکر کشی کر کے اپنی سلطنت کو وسعت دی۔1784 میں میں برمی راجہ بودھوپیہ نے ارکان پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔اس سے پہلے اراکان ایک آزاد خود مختار ملک تھا۔1826 میں ارکان اور تناسرم برٹش انڈیا کے ماتحت آ گیا۔برما اس سے دست بردار ہوگیا۔اس کے بعد1852 میں ہونے والی دوسری اینگلو برمن وار میں وسطی برما اور1885 میں ہونے والی تیسری اینگلو برمن وار میں بالائی برما اور1890 میں شان اسٹیٹ پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔جنوری 1948 میں برطانیہ سے آزادی ملی۔جس کے بعد یہاں کی قدیم قوم میانمار نے اپنے نام سے اس ملک کا نام برما سے بدل کر متحدہ جمہوریہ میانمار رکھا۔1962 میں پھر یہاں فوجی حکومت قائم ہوگئی اور یہ 2011 تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔

برما میں مسلمانوں کی تاریخ1430 کے دور سے ہی ملتی ہے۔مورخین کے مطابق1430 میں ماروک علاقے کے راجہ بارامیکھلا نے ارکان صوبے پر چڑھائی کرنے کے لئے بنگال کے سلطان سے مدد طلب کی تھی۔چناں چہ انہوں نے بنگال کے سلطان جلال الدین محمد شاہ کی فوج کی مدد سے ارکان صوبے پر اپنا تسلط قائم کیا جس کے بعد اسی زمانے میں بنگال کے مسلمان فوجی وہاں آباد ہوگئے۔اس جنگ کے معاوضے کے طور پر ارکان کے راجہ نے وہاں کے کچھ علاقے بھی بنگالی سلطنت کی

تحویل میں دے دیئے جن پر مسلم آبادیاں بسائی گئیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے بعد طویل عرصہ تک اراکان میں بنگالی اسلامی سکوں کا چلن جاری رہا۔ اراکان کا راجہ جو سکے ڈھلواتا تھا اس میں ایک طرف برمی زبان لکھی ہوئی ہوتی تھی اور دوسری طرف فارسی زبان۔ یہ سلسلہ 1666 تک جاری رہا۔ سلطنت بنگال سے علاحدگی کے بعد بھی لمبے عرصے تک برما کے بودھ راجہ اپنے لئے مسلم خطابات استعمال کرتے رہے۔ 1785 میں برمانے اس خودمختار ریاست پر قبضہ کرلیا اور ہزاروں اراکانی باشندوں کو قتل کردیا۔ برما کی اس قتل و غارت گری سے خوف زدہ ہوکر بڑی تعداد میں اراکانی عوام صوبۂ بنگال میں آگئے جہاں اس وقت برٹش حکومت تھی۔ 1826 میں جب برطانوی حکومت کا دائرہ برما تک پہنچ گیا تو بنگلہ دیش کے مسلمانوں کو کاشتکاری کے لئے وہاں منتقل کرایا گیا۔ یہی وہ مسلمان ہیں جن کو آج روہنگیا مسلمان کہا جاتا ہے۔ 1869 کی مردم شماری کے وقت وہاں کی مسلم آبادی 5 فی صد تھی۔ میانمار حکومت کا دعوی ہے کہ برما میں آباد جتنے بھی مسلمان ہیں یہ سب کے سب بنگال سے آئے ہوئے۔ یہ حقیقی شہری نہیں ہیں۔ ان کے بقول روہنگیا لفظ کبھی برما میں رائج ہی نہیں رہا۔ اس لئے روہنگیا مسلمانوں کو برما کی شہریت نہیں دی جاسکتی ہے۔ جب کہ تاریخی سچائی یہ ہے کہ روہنگیائی مسلمان وہاں چودہویں صدی سے آباد ہیں۔ 1799 میں فرانسس ہملٹن نے اپنی کتاب محمڈن میں ارکان میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے Rooinga کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہی لفظ وہاں کے مسلمان خود اپنے لئے استعمال کرتے تھے جس کی بدلی ہوئی شکل روہنگیا ہے۔

1982 میں جنرل نی ون کی ایک فوجی حکومت نے ایک نیا شہریت کا قانون پاس کیا جس کے تحت روہنگیائی مسلمانوں کی شہریت رد کردی گئی۔ شہریت رد کئے جانے کا مطلب یہ تھا کہ انہیں تمام تر حقوق سے محروم کردیا گیا۔ ان کی حیثیت غیر ملکیوں کی طرح ہوگئی جنہیں صحت، تعلیم، روزگار، شادی، تجارت سمیت کسی بھی بنیادی سہولت کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے۔ تازہ قیامت 2012 میں اس وقت شروع ہوئی جب یہ افواہ پھیلی کہ

> روہنگیائی مسلمانوں کی اس بدترین صورت حال کے لئے مسلم ممالک اور اقوام متحدہ دونوں ذمہ دار ہیں۔ دنیا بھر میں 57 سے زائد مسلم ممالک موجود ہیں لیکن کسی کو یہ توفیق نہیں ہورہی ہے کہ اپنی زمین میں سے کچھ حصہ ان بے گھر مسلمانوں کو بھی دے دیں جو بے کسی کی آخری دہلیز پر پہنچ چکے ہیں۔ زمین کشادہ ہونے کے باوجود ان پر نہ صرف تنگ ہوچکی ہے بلکہ انہیں پاؤں رکھنے کے لئے خشکی پر ایک انچ زمین نہیں مل رہی ہے۔ روہنگیائی مسلمانوں کے تعلق سے سب سے شرمناک کردار اقوام متحدہ کا ہے جس کی تمام تر جدوجہد صرف زبانی مذمت تک محدود ہوکر رہ گئی ہے۔

ایک روہنگیا نے بدھ لڑکی کے ساتھ ریپ کیا ہے۔اس خبر کا پھیلنا تھا کہ عوام اور فوج دونوں روہنگیا پر بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑی۔وسیع پیمانے پر کریک ڈاؤن شروع کر دیا گیا۔لاکھوں لوگ بے گھر کر دیئے گئے۔دوسو کے قریب ہلاک کر دیئے گئے۔پچاس ہزار سے زائد بنگلہ دیش سرحد کے قریب پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد روہنگیا پر میانمار کے ظلم وستم کا سلسلہ جاری ہے ۔کوئی ایسا مہینہ اور ہفتہ نہیں جاتا ہے جس میں روہنگیا ئی مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ستم کی خبر نہ آتی ہو۔ان دنوں ایک ایسی ہی خبر روہنگیائی مسلمانوں کے تعلق سے پوری دنیا کے مسلمانوں کو پریشان کئے ہوئے ہے۔تقریبا ایک ماہ سے دس ہزار روہنگیائی مسلمان کھلے آسمان کے نیچے سمندروں کا چکر کاٹ رہے ہیں۔بحر ہند میں مہینوں سے وہ غوطے کھا رہے ہیں۔لیکن کوئی ملک انہیں اپنے یہاں ٹھکانہ دینے کو تیار نہیں ہے۔پڑوس میں واقع مسلمان ملک بنگلہ دیش ان پر اپنے دروازے بند کر چکا ہے۔انڈونیشیا کی حکومت انہیں اپنے ساحل پر اترنے اور انہیں کسی بھی قسم کی مدد دینے کے لئے تیار نہیں ہے،ملیشیا کی حکومت بار بار اعلان کر رہی ہے کہ بحر ہند میں بھٹکنے والی روہنگیائی مسلمانوں کی کوئی کشتی ان کے ساحل کا رخ کرے تو گرفتار کر لیا جائے گا،غرض تینوں مسلم ممالک میانمار میں ظلم وستم سے بچنے کے لیے ہجرت کرنے والے روہنگیائی مسلمانوں کو پناہ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔دوسری طرف غیر مسلم ملک تھائی لینڈ بھی اپنے ساحلوں سے انہیں غذا اور اشیاء خورد نوش دینے سے مکمل طور پر انکار کر چکی ہے۔پوری دنیا میں ان مظلومین کی آہ پہنچنے کے ملائیشیا نے ایک کشتی کے تین سو ستر مسافروں کو اس شرط اپنے یہاں پناہ دی ہے کہ واپس ان کے ملک برما بھیجا جائے گا جہاں سے وہ محض اس لئے بھاگ رہے ہیں کہ انکی جان کو شدید قسم کے خطرات لاحق ہیں۔ادھر ترکی سے خبریں آئی ہے کہ ترکی حکومت نے سمندر میں محصور مسلمانوں کی مدد کے لئے تین کشتیاں روانہ کی ہے۔

روہنگیائی مسلمانوں کی اس بدترین صورت حال کے لئے مسلم ممالک اور اقوام متحدہ دونوں ذمہ دار ہیں۔دنیا بھر میں 57 سے زائد مسلم ممالک موجود ہیں لیکن کسی کو یہ توفیق نہیں ہو رہی ہے کہ اپنی زمین میں سے کچھ حصہ ان بے گھر مسلمانوں کو بھی دے دیں جو بے کسی کی آخری دہلیز پر پہنچ چکے ہیں۔زمین کشادہ ہونے کے باوجود ان پر نہ صرف تنگ ہو چکی ہے بلکہ انہیں پاؤں رکھنے کے لئے خشکی پر ایک انچ زمین نہیں مل رہی ہے۔ روہنگیائی مسلمانوں کے تعلق سے سب سے شرمناک کردار اقوام متحدہ کا ہے۔جس کی تمام تر جدوجہد صرف زبانی مذمت تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔برسوں سے برما میں جاری مسلمانوں کے قتل عام سے وہ لاپرواہ ہے۔اسے صرف مشروق وسطی میں جاری خانہ جنگی کی فکر ہے۔گاجر مولی کی طرح کاٹے جا رہے برمی مسلمانوں کے لئے ان کے یہاں کوئی قانون اور ضابطہ نہیں ہے۔انسانیت کی بیخ کنی کرنے والی میانمار حکومت پر شکنجہ کسنے کے لئے اقوام متحدہ نے اب تک کوئی اصول مرتب نہیں کیا ہے۔

❁ ❁ ❁

❁

''خیموں کا شہر مظفر نگر''

(ایک علمی جائزہ)

............● نایاب حسن

ہندوستانی مسلمان اور فساد تو جیسے ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم سے بن گئے ہیں، ملک بھر میں جہاں کہیں سے بھی کسی اَن ہونی کی خبر ملے، یہ معلوم ہو کہ زبردستوں کی ایک بھیڑ نے زیردستوں کو کچل ڈالا، یہ سننے میں آئے کہ خنجر بدستوں کی ایک جماعت نے تہی دستوں کا قصہ تمام کر دیا، ایسی اطلاع ملے کہ کسی شہر کے دبنگوں کے ہاتھوں وہاں کے کمزوروں کے اموال، عزت و آبرو اور جانیں تباہ کردی گئیں، تو آپ کو کسی تفتیش کی چنداں ضرورت نہیں ہے، دنیا کے سب سے بڑے جمہوری ملک میں آپ اگر بلا تحقیق بھی یہ کہیں کہ اول الذکر ہندوستان کے اکثریتی طبقے سے تعلق رکھنے والے ''محبانِ وطن'' کی جماعت ہوگی اور ثانی الذکر اِسی ملک کی دوسری اکثریت سے تعلق رکھنے والوں کی، تو بعد میں آنے والی تحقیقی رپورٹس، سروے اور حقائقِ واقعات آپ کے اس خیال کو صد فیصد سچ ثابت کریں گے، ملک کی آزادی کو 67رسال کا طویل عرصہ گزر گیا، ایک ملک میں باہم شیر وشکر ہوکر زندگی گزارنے والے ہندوستانیوں کے مابین ہند اور پاک کی خلیج حائل ہوئے بھی اتنا ہی عرصہ بیت چکا ہے، مگر باقی کے ہندوستان میں بچ رہنے والے مسلمان تا حال اُس جرم کی سزا کاٹ رہے ہیں، جسے 47ء میں ہندو اور مسلمان لیڈر شپ سے تعلق رکھنے والے چند شہرت پسند، خود غرض، ابن الوقت اور قوم وملت کے سوداگروں کی ایک جماعت نے کیا تھا، ہندوستانی مسلمانوں کو فسادات کی چکی میں پیسنے کا عمل تو تبھی شروع ہوگیا تھا، جب اس ملک کی آزادی کو چند سال بیتے تھے، جبل پور، میرٹھ و ملیانہ، بھاگل پور و آسام اور ممبئی و گجرات کے خونیں فسادات اسی سلسلے کی کڑی ہیں، مگر ابھی بھی اس کڑی کے دراز ہونے کا سلسلہ تھما نہیں ہے، آزادی کے بعد سے لے کر اب تک کے طویل ترین دورانیے میں ہندوستانی سیاست میں کئی خم و پیچ آئے، یہاں کی سیاست نے کئی نشیب وفراز دیکھے، وقتاً فوقتاً صوبائی اور مرکزی حکومتوں کے بدلنے کا تسلسل بھی برقرار رہا، سیاسی پارٹیوں نے مسلمانوں کی سیاسی حیثیت اور طاقت وقوت سے بھی خوب خوب فائدہ اٹھایا، چنانچہ بے شمار مرتبہ ہندی مسلمانوں نے ''کنگ میکر'' کا رول ادا کیا اور اس خیال میں جمہوریت کے گن گان کرنے والی جماعتوں کو اقتدار کی کرسی تک پہنچاتے رہے کہ شاید ان کے دن پھر جائیں اور محرومی و مجبوری و مظلومی کا ان کا دور اختتام پذیر ہوجائے، مگر حقیقت میں ایسا تو کیا خاک ہوتا، الٹے ان کے دن اور بدسے بدتر ہوتے گئے، اِدھر سیاسی پارٹیاں انھیں حقوق دینے اور

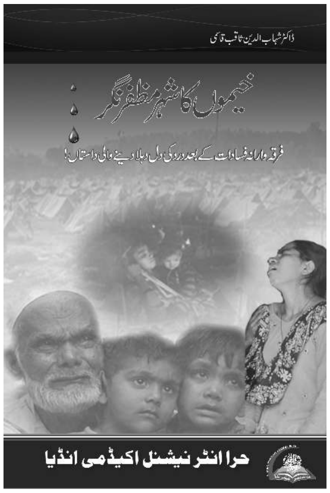

انصاف دلانے کے نعرے لگاتی رہیں، اُدھر ان کی حرمتیں پایاب ہوتی رہیں، ان کی جانوں کے لالے پڑتے رہے اور وہ ترقی پذیر ہندوستان میں بتدریج زوال سے دوچار ہوتے رہے، 2012ء میں انھوں نے مسلمانوں کے حقوق اور ان کے لیے انصاف کی سب سے زیادہ آواز بلند کرنے والے ملائم سنگھ، جنھیں خواہ مخواہ ایک مخصوص حلقے کی جانب سے ''ملا ملائم'' کہا جاتا رہا ہے، کی سماج وادی پارٹی کو بڑی امیدوں اور توقعات کے ساتھ یوپی کی زمامِ حکومت سونپی، انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ مسلمانوں کی پسماندگی کو ختم کرنے کا بیڑہ اٹھائیں گے، جیلوں میں بند بے قصور مسلمانوں کی رہائی کا سامان کریں گے، مسلمانوں کو ملازمتوں میں ریزرویشن دیں گے، ان کے لیے یہ اور وہ کریں گے، مگر حکومت ملتے ہی وہ اور ان کے بیٹے اکھلیش یادو کی سربراہی میں چلنے والی یوپی حکومت طوطا چشم ہوگئی، ان کے سارے وعدے پیشہ ور طوائف کی کہہ مکرنیاں ثابت ہوئے، ان کے حکومت میں آنے کے بعد مسلمانوں کا بھلا کیا ہوتا، الٹے نقصانات اور زوال مندیوں کا ایک نیا دور شروع ہوگیا اور انتہا تو تب ہوئی، جب ستمبر 2013ء میں بہت ہی معمولی سے ایک واقعے کے بعد مغربی اترپردیش کے متعدد اضلاع میں مسلمانوں کے خلاف قتل و غارت گری اور ظلم و جبر کی ایک خوف ناک مہم چھیڑ دی گئی، پھر ہندوستان کی تاریخ میں ایک اور باب کا اضافہ ہوا اور یہ باب بھی پہلے کی مانند بے قصور مسلمانوں کے خون سے گلنار تھا، سیکڑوں مسلم مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کیا گیا، کتنی ہی آبروئیں سرِ عام رسوا کی گئیں، کروڑوں کی جائیدادوں پر ناحق قبضے کیے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار گھرانوں کا چمن اجڑ گیا، وہ لوگ جو ایک خوشحال اور فارغ البال زندگی گزار رہے تھے، ان کے سروں پر افلاس و فاقہ مستی کی خاک اڑنے لگی، یوپی حکومت چیختی رہی کہ مظفرنگر اور اس کے گردونواح میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے یا ہوا ہے۔

اس کے پیچھے بی جے پی کے غنڈوں کا ہاتھ ہے، مگر اسے یہ جرأت نہ ہوئی یا اس نے اس کی ضرورت ہی نہ محسوس کی کہ ان کے گریبانوں میں ہاتھ ڈال کر انھیں ان کے کیے کی قرارِ واقعی سزا دی جائے، مسلمان اس خونیں کھیل کے خلاف شور و ہنگامہ کرتے اور دادو انصاف کی دہائی دیتے رہے، مگر ان کی تمام تر آہ و زاریاں صدا بصحرا ثابت ہوئیں، معمولی رقوم اور سدِ رمق سے بھی کم مقدار میں فسادات کے متاثرین تک پہنچنے والی حکومتی امداد پر ہی انھیں صبر کرنا پڑا، پھر مسلم تنظیموں اور دیگر بہی خواہ ثروت مند مسلمانوں کی ملی ہمدردیوں نے کچھ ان کے زخموں پر مرہم نہانی کی، مظفرنگر، شاملی و کیرانہ کے دسیوں گاؤں میں کی گئی مسلمانوں کی نسلی تطہیر نے ماضی کے تمام فسادات اور ان کی ہولنا کیوں پر خطِ نسخ پھیر دیا، مگر ہندوستانی سیاست و حکومت کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، بلکہ حیرت تو اس بات پر ہے کہ ملک کی تقریباً تمام ہی سیاسی پارٹیوں نے ان فسادات کی ''حصولیابیوں'' سے اپنا دامن بھرنے کی کوشش کی۔

بلاشبہ گزشتہ سال کے اواخر میں برپا ہونے والے مظفرنگر فسادات کی ہولنا کی جبینِ ہند پر ایک بدنما دھبے جیسی ہے، ان سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں کس بے رحمی و بے دردی کے ساتھ اس کی چادرِ حرمت کو تار تار کیا جاتا ہے، وہیں یہ بھی آشکار ہوتا ہے کہ آزادی کے بعد سے لے کر اب تک اور نہ معلوم کب تک مسلمانوں کو سر اُٹھا کر نہیں جینے دیا جائے گا، یہ حادثہ جس قدر غیر معمولی تھا، اس قدر اہمیت اور سنجیدگی و حساسیت کے ساتھ قومی میڈیا میں اسے جگہ نہیں ملی کیوں کہ اس کا تعلق ہندوستان کے ایک خاص فرقے اور طبقے سے تھا، جن پر گزرنے والے مصائب و آفات کوئی معنی نہیں رکھتے، البتہ ملک کے اردو میڈیا

نے اپنی حدتک مظفرنگر کے متاثرین کے حالات ومشکلات اوران کے ساتھ کیے جانے والے ظلم وجبر کو عالم آشکار کرنے اوران کے حقوق کی آواز بلند کرنے میں حتی الامکان خوب کوششیں کیں،اس موقعے پراردوصحافی برادری کے ایک بڑے طبقے نے بھی اندیشۂ سودو زیاں سے بے نیاز ہوکرملی ہمدردی وفکرمندی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئےمظفرنگرفسادات کےمتاثرین سےاظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے انھیں انصاف دلانے کی بھرپورجدوجہدکی،اس سانحہ کی اُن پرتوں کو بھی کھولا اورواشگاف کیا،جن پرحکومت یاحکومت کےآلہ کارمخصوص مقاصد کےپیش نظرپردہ ڈالےرکھنا چاہتے تھے۔

ہمارے محترم ومکرم جناب ڈاکٹرشہاب الدین ثاقب قاسمی صاحب، جوایک طویل عرصے سے دشتِ صحافت کی سیاحی کر رہے ہیں اورفی الوقت بھی اردو کے قومی سطح کے اورمقبول ترین اخبارروزنامہ''انقلاب''دہلی کے سب ایڈیٹر ہیں اوراس کے مستقل کالم نگاربھی،اس کےعلاوہ ان کاعلمی وفکری کینوس بھی بڑاوسیع ودل فریب ہے،ان کےقلم کی رفتاربھی رفتہ رفتہ اپنی سبک خرامی کےنوبہ نو مراحل طے کررہی ہے،ماضی میں انھوں نے متعدد علمی وتصنیفی کارناموں سےعلم دوست طبقے سے داد وتحسین بھی حاصل کی ہے،اُنھوں نےمظفرنگرکے جاں گسل سانحے پرخودبھی بہت کچھ لکھا اوردیگراہلِ قلم اورصحافیوں کی نظرکشاتحریریں بھی ان کی نگاہ میں رہیں،پھران کےدل میں یہ خیال آیاکہ کیوں نہ ان تحریروں کوایک دستاویز کاپیراہن دےدیاجائے،پھران کایہ خیال پختہ ہوااورانھوں اس موضوع سےمتعلق مضامین کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع کردیا، مضامین بھی ازدل ریزدبردل خیزدکےمصداق!خاص طورسے یاوررحمٰن کے''یارب گلاب شہرسلامت''اورجناب آصف ریاض کے''بات بات پہ چہرے ڈوبتے ابھرتے ہیں''قاری کے دل و دماغ پرغیرمعمولی اثرکرنے والے ہیں،انھیں پڑھتے ہوئےبعض دفعہ بےساختہ آنکھیں چھلک پڑتیں،دل ڈوبنے لگتا،کبھی ملک کے سیاست دانوں کی کمینگی پرغصہ آتااورکبھی دل کرتاہےکہ فقیہِ شہرکی قبائیں چاک کردیں اوران تمام سفید پوشوں کوسرِ عام ننگا کر دیں، وملت کی چاک دامانی کواپنے جبہ ودستارکی چمک دمک برقرار رکھنےکاوسیلہ بنائےہوئےہیں۔

ان کےعلاوہ دیگرتمام مضامین بھی اچھے ہیں اورپڑھنے کےقابل بھی،اندازِترتیب بھی عمدہ اورخوش سلیقگی کامظہرہے،خود ثاقب صاحب کی متعددتحریریں موضوع کےمختلف گوشوں پرکتاب کے اندرموجود ہیں،چلتے چلتے کےعنوان سےکتاب کی تیاری کے آخری دنوں میں مظفرنگرفسادات کےحوالےسےآنےوالےعدالتی فیصلے،اس کےمضمرات اوراس تعلق سےشائع ہونےوالی دیگرخبروں کوبھی شامل کرلیاگیاہے،پھراس کاتصویری گوشہ بھی گویامستقل کتاب ہے،تحریروں سے زیادہ سچی،حکومت وسیاست کےسفاک چہرے سے نقاب اٹھانے والی کتاب،ظالموں کی جفاکشی اور مظلوموں کی بےچارگی کاآئینہ!...کتاب کانام بھی اپنےاندرجامع و مرتب کےسوزِنہاں،دردوکرب اورخلش وچبھن کاجہان بسائے ہوئےہے،بلاشبہ مظفرنگراب خیموں کاشہرہےاوراس کےلیےیہی نام موزوں ترین تھا،متاعِ کارواں کازیاں حددرجہ اندوہ ناک ہے اوراسےیادرکھنااس سےبھی زیادہ اندوہ ناک اورشاید شرعی نقطۂ نظر سےنامناسب بھی،مگرہاں!اگریہ احساسِ زیاں کےجذبے سے ہو،تب توعین مطلوب ہےاورہمارےمحترم ڈاکٹرشہاب الدین ثاقب صاحب نے اسی مقصدسےمتاعِ کارواں کےزیاں کی داستان کوایک دستاویزکی شکل میں پیش کردیاہے۔

●❑●❑●❑

تبصرہ

نام کتاب : ایودھیا کا تنازعہ-رام جنم بھومی-فسانہ ہے حقیقت نہیں

مصنف : محمد عبدالرحیم قریشی

صفحات : 176

قیمت : 250/-

سن اشاعت : 2015

ناشر : آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
76A/1 مین مارکیٹ، اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر
نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵-فون:۲۶۳۲۲۹۹۱-۰۱۱

تبصرہ نگار : ابن حسن قاسمی

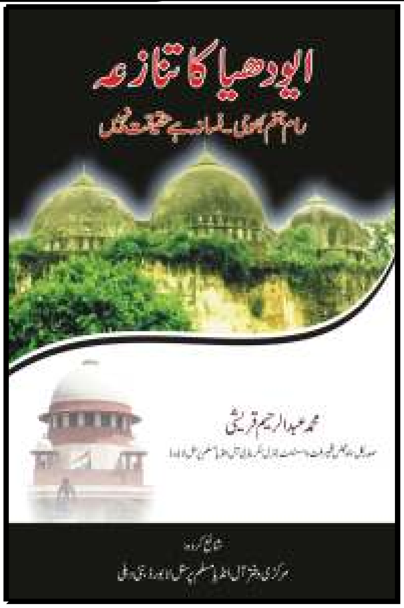

بابری مسجد کی شہادت کا سانحہ ہندوستانی کی تاریخ میں جس قدر اندوہ ناک ہے، اسی قدر اس کے اندر حساسیت بھی ہے۔۱۹۹۲ء دسمبر کی ۶/تاریخ کو جو اس قدیم مسجد کو کارسیوکوں کے ہجوم نے منہدم کیا، وہ اچانک سے رونما ہوجانے والا عمل نہیں تھا؛ بلکہ اس پر ایک عرصے سے فسطائی ہندوؤں کی پلاننگ ہورہی تھی، پھر ۱۹۸۰ء میں باقاعدہ شدت پسند ہندووں کی ایک سیاسی پارٹی بی جے پی کی نمود سے اس منصوبے کو نیا تحرّک اور توانائی ملی، کانگریس نے ماضی میں اپنی روایتی منافقانہ پالیسی پر عمل کرتے ہوئے پہلے مسجد کو بند کروایا، پھر چپکے سے اس کا دروازہ ہندو بھکتوں کے لیے کھولا اور پھر مرکز میں اسی کے اقتدار کے عرصے میں اس مسجد کو سراسر بے بنیاد اور اسطوری روایات کو یقین کا درجہ دیتے ہوئے شہید کردیا گیا۔ اس کے بعد ملک بھر کے مختلف شہروں میں جو کچھ ہوا، اس سے ہندوستان کا ہر باشعور شہری واقف ہے، پھر اس مسجد کے مدعی مسلمانوں کی طرف سے مقدمہ دائر کیا گیا، مسجد کے محلِ وقوع کو رام جنم بھومی بتانے والے سادھوؤں، ہندو تنظیموں نے بھی اپنا دعویٰ دائر کیا، کیس چلتا رہا، سماعتیں ہوتی رہیں، گواہیاں دی جاتی رہیں، حکومت نے کمیٹی بٹھانے کا ڈھونگ کیا، سیاسی روٹیاں بھی اس موضوع پر خوب سینکی گئیں، بالآخر ۲۰۱۰ء میں الہ آباد ہائی کورٹ سے جو فیصلہ آیا، اس نے اس معاملے کو مزید پیچیدہ تر بنادیا، تاریخ کے شواہد، آثارِ قدیمہ کے محکمہ کی تحقیق و تفتیش، ارضیات کے ماہرین، سب یہ کہتے ہیں کہ یہ مسجد مسجد ہی ہے، مگر فرقہ پرست جنونیوں کا طبقہ اسے رام جنم بھومی بتانے پر اٹل ہے۔ اب جبکہ مرکز میں بی جے پی کی حکومت آچکی ہے اور گزشتہ سال کے لوک سبھا انتخابات میں اس نے اپنے انتخابی منشور میں بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کا منصوبہ بھی رکھا تھا، تو نہ صرف یہ کہ نیم سیاسی، نیم مذہبی ٹائپ کے

ہندوو رہنما رام مندر کی تعمیر کے تئیں بہت پر جوش ہوتے نظر آرہے ہیں اور بجرنگ دل، شیوسینا، وشو ہندو پریشد جیسی تنظیمیں جلد از جلد رام مندر کی اساس رکھنے کے لیے پر تول رہی ہیں؛ بلکہ جمہوری ہندوستان کے انٹلکچوئل طبقے کو بھی ایسا لگنے لگا ہے کہ بی جے پی رام مندر بنالے گی، جبکہ دوسری جانب حقیقت یہ ہے کہ یہ معاملہ سپریم کورٹ میں زیرِ سماعت ہے اور دونوں میں سے کسی بھی جماعت کو قانونی طور پر ایسی کسی بھی سرگرمی کی اجازت نہیں ہے۔

موضوع کی غیر معمولی اہمیت اور نوے کی دہائی میں ہندوستان بھر کے سیاسی و معاشرتی نقشے کو ہلا ڈالنے والے اس سانحے پر بہت سے لوگوں نے کتابیں لکھیں، تحقیقی مطالعات پیش کیے، رپورٹیں تیار کیں، مسجد کی تاریخی حیثیت کا جائزہ لیا، اس کی تعمیر کروانے والے بادشاہ کے پورے زمانے کو از سرِ نو کھنگالا گیا، لکھنے والوں میں بہت سے ہندو بھی ہیں اور بہت سے مسلمان بھی۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی زیرِ نظر کتاب ''ایودھیا کا تنازعہ'' اسی سلسلے میں ایک وقیع اضافہ ہے، قریشی صاحب ایک صاحب نظر انسان ہیں اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے نفسِ ناطقہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اُن کی سرگرمیاں ہندی مسلمانوں کو درپیش سماجی مسائل و مشکلات سے لے کر قانونی چیلنجز تک کو محیط ہیں، ان کا مطالعہ وسیع و عریض اور علم پختہ تر ہے، اسی کی روشنی میں انھوں نے بابری مسجد کی شہادت کے منظر، پس منظر اور تہہ منظر تک کو ٹٹولنے اور باریکی سے اس حادثے کا جائزہ لینے کی عمدہ کوشش کی ہے۔

یہ کتاب بابری مسجد شہادت کے معاملے میں بہت سی ایسی کڑیوں سے آشنا کرواتی ہے، جن سے عام لوگ ناواقف ہیں، کتاب کے اندرونی عناوین ''دسمبر ۱۹۴۹ء کی تاریک رات''، ''رام، رامائن اور ان کا ایودھیا''، ''آثارِ قدیمہ کی شہادت کا تجزیہ''، ''تاریک ترین دن''، ''رام مندر: قانون کے خلاف''، ''خونیں شاخسانہ''، ''پی وی نرسمہاراؤ کا رول''، ''موجودہ ایودھیا اور بابری مسجد'' کے تحت پورے موضوع کا نہایت ہی معقول، حقائق پر مبنی اور معروضی جائزہ پیش کیا گیا ہے، قانونی نکات سمیت تاریخی حوالوں اور ثبوتوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بابری مسجد کی جگہ پر رام کی پیدائش ایک واہمہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ اصل کتاب انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے اور یہ اس کا ترجمہ ہے، مترجم کے نام کی صراحت نہیں ہے، البتہ نظرِ ثانی اور پروف ریڈنگ جناب وقارالدین لطیفی صاحب نے کیا ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کے مارچ ۲۰۱۵ء کے جے پور اجلاس میں اس کتاب کی تقریبِ اجرا عمل میں آئی تھی۔ کتاب زبان و بیان کی خوبیوں سے بھی لیس ہے، البتہ کہیں کہیں محسوس ہوتا ہے کہ ترجمے کے الفاظ مصنف کے اصل الفاظ سے میل نہیں کھاتے۔ ویسے بابری مسجد سانحے سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضرور کیا جانا چاہیے۔

کوائف جامعہ

جامعۃ القاسم کی سرگرمیاں

● ابوحمنہ شہاب ....

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ العالی نے حافظ ظفر اقبال مدنی کو میزان منشعب اور فاتح اقبال مکی کو نورانی قاعدہ کا اولین درس دیا

دیوبند: ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۷؍جون ۲۰۱۵ء بروز اتوار بوقت ۱۱ بجے دن خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ جانشیں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے مکان آشیانہ قاسمی واقع دیوبند میں عزیز القدر حافظ ظفر اقبال مدنی ابن مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کو میزان منشعب کی ابتدائی عبارت پڑھا کر اولین درس دیا۔اس موقع پر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ انہوں نے میزان منشعب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ان کے پاس ۲۲ دن رہ کر مکمل کی تھی۔واضح ہو کہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے اپنے بیٹے مولانا محمد ذکی اور مولانا محمد سالم قاسمی کو لے کر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں گئے تھے۔

اس تقریب میں مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کے چھوٹے صاحبزادے عزیزی فاتح اقبال مکی کو حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ نے نورانی قاعدہ کا اولین درس دیا اور دعائیں دیں۔اس موقع پر مولانا حامد عبداللہ ندوی،مولانا محمد آفاق کو سند حدیث کی اجازت دی۔مولانا محمد سالم قاسمی نے فرمایا کہ انہوں نے بخاری شریف اور ترمذی شریف شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے ،مسلم شریف حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ سے،ابوداؤد شریف شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ سے پڑھی تھی۔

اس تقریب سعید میں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کے خلیفہ حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی ،دارالعلوم وقف دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی، حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کے خادم خاص حضرت مولانا محمد شاہد قاسمی، عبدالقادر شمس قاسمی،مولانا یوسف انور،مولانا ڈاکٹر شکیل احمد قاسمی کے تین صاحبزادگان موجود تھے۔

آر جے ڈی اور جے ڈی یو اتحاد کا خیر مقدم

نئی دہلی۔ 8؍جون (پریس ریلیز) ممتاز دینی وملی قائد مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے جنتا دل یو اور راشٹریہ جنتا دل کے درمیان بڑھتی قربت اور آئندہ اسمبلی انتخابات میں مشترکہ حکمت عملی کے تحت بن رہے سیکولر اتحاد کا خیر مقدم کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نتیش کمار اور راجد کے سربراہ لالو پرساد یادو کو مبارکباد دی ہے۔

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول کے سربراہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے نتیش کمار اور لالو پرساد یادو کو لکھے اپنے خط میں اپیل کی ہے کہ دونوں لیڈران بہار کی ترقی اور سیکولرزم کے

استحکام کے لئے اپنے اپنے معمولی مفادات پر ملک وریاست کے مفادات کو ترجیح دیں۔ انھوں نے اپنے خط میں کہا ہے کہ سیکولر اتحاد کی جانب بڑھتے قدم بہار کی ترقی واستحکام کے لئے فال نیک ہے، اور جہاں تک اتحاد کی جانب سے وزیر اعلیٰ کے امیدوار کے طور پر نتیش کمار کو پیش کئے جانے کی بات ہے تو اس میں کسی کو اعتراض وتردد نہیں ہونا چاہئے۔ نتیش کمار بحیثیت وزیر اعلیٰ بہار میں خوشگوار تبدیلی کی علامت بن کر ابھرے ہیں اس لئے آئندہ بھی انھیں بہار کو آگے لے کر جانے کا موقع دیا جانا چاہئے۔

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے نتیش کمار اور لالو پرساد یادو کو نصیحت آمیز خط میں اس جانب بھی توجہ دلائی ہے کہ بہار میں مسلم رائے دہندگان فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں، مگر ان کی نمائندگی کو لے کر ہمیشہ سے مسلمانوں کو شکایت رہی ہے اس لئے دونوں لیڈران کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ کس طرح اسمبلی میں مسلمانوں کی متناسب نمائندگی کو یقینی بنائی جائے۔

مفتی عثمانی نے کہا کہ مسلمانوں کی واجب نمائندگی اسی وقت ہوسکتی ہے جب کثیر مسلم رائے دہندگان والے اسمبلی حلقوں کے علاوہ ان حلقوں میں بھی مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دیا جائے جہاں مسلمانوں کی تعداد 20 فیصد ہے۔ انھوں نے سیکولر محاذ میں شامل سبھی پارٹیوں سے یہ بھی اپیل کی ہے کہ وہ ٹکٹ تقسیم کرتے وقت اپنی پارٹی کے مسلم چہروں کے ساتھ ساتھ سماج کے بااثر علماء اور مسلم دانشوروں سے بھی رائے مشورہ کریں تاکہ ایسے امیدواروں کو سامنے لایا جائے جو اپنی پارٹی کا نمائندہ نہ ہو کر قوم وملت کی نمائندگی ہر پلیٹ فارم پر کرسکیں۔

آخر میں انھوں نے کہا کہ آر جے ڈی، جے ڈی یو اور کانگریس اتحاد کے لئے دونوں پارٹیوں کے سربراہان کو کوئی بھی قیمت چکانی پڑے تو اس تعلق سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔ مفتی عثمانی نے کہا کہ بہار جیسی امن وآشتی کی سرزمین پر آر ایس ایس اور بی جے پی جیسی فسطائی اور فرقہ پرست جماعتوں کو داخل ہونے سے روکنے کے لئے یہ اتحاد ناگزیر ہے۔

اٹالی اور برلوکھا گاؤں میں مسلمانوں پر حملے منظم سازش کا نتیجہ

نئی دہلی ۳ رجون (پریس ریلیز) یہ خدشہ تو پہلے سے ہی لاحق تھا کہ ہندوستان میں اگر ہندوتوادی جماعتوں کی سرکار بنتی ہے، تو پھر ملک میں ہر طرف افراتفری اور بے چینی کا ماحول گرم رہے گا۔ اقلیتوں پر انتہا پسند ہندوؤں کے حملے بھی طے شدہ تھے، جس کا نتیجہ ہے کہ آج تک ملک کے مختلف حصوں میں مسلمان اور عیسائی کے کلیساؤں پر حملے ہورہے ہیں۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ مودی کی قیادت میں این ڈی اے کی حکومت کے ایک سال مکمل ہوچکے ہیں، مگر ملک کی سب سے بڑی اقلیت مسلمان اور ان کی عبادت گاہیں غیر محفوظ ہیں، رات ودن ان پر حملے ہورہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار مفکر ملت بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم دین مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی (بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار) نے کیا۔ امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ نئی دہلی سے جاری پریس بیان میں ہریانہ میں واقع فرید آباد کے اٹالی گاؤں اور راجستھان کے ناگور ضلع کے برلوکھا گاؤں میں مسلمانوں پر منظم حملے کو افسوس ناک قرار دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ایک طرف تو مودی

سرکار میں سخت گیر ہندوؤں کے ٹولے نے طوفان برپا کر رکھا تو دوسری طرف حکومت ان فسطائی گروپوں پر قابو پانے میں پوری طرح ناکام ہے، ایسے میں وزیراعظم نریندر مودی سے مسلم وفود کی ملاقات کا کوئی اثر دیکھائی نہیں دے رہا ہے۔ مفتی عثمانی نے اٹالی گاؤں کے مسلمانوں پر حملے کرنے والوں کی گرفتاری اور مظلومین کے ساتھ انصاف کیے جانے کا مطالبہ کرتے ہوئے ہریانہ اور مرکز کی مودی حکومت سے کہا ہے کہ ہندوستان کی سالمیت کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ اقلیتوں اور انکی عبادت گاہوں کوتحفظ فراہم کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کے مرکزی وزراء اور خود وزیراعظم کے قول وعمل میں تضاد نظر آتا ہے۔ یہ لوگ میڈیا کے توسط سے پوری دنیا میں یہ میسیج دیتے ہیں کہ ہندوستان میں سبھی مذاہب کے لوگ پوری آزادی سے زندگی بسر کرتے ہیں، یہاں کی اقلیتیں چین اور سکون سے ہیں اور بی جے پی حکومت ان پرحملوں کے سخت خلاف ہے، مسلمان اور عسائی پر پرتشدد حملے ناقابل برداشت ہیں جبکہ زمینی حقیقت اس کے برعکس ہے، ہندوستان کے حالات دن بہ دن بگڑتے جا رہے ہیں، آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد، شیوسینا اور بجرنگ دل کے لوگ ہر طرف ہندتوا کا جھنڈا لہراتے پھر رہے ہیں، مسلمانوں کو ان کے بنیادی اور مذہبی حقوق سے روکنے کی ہر ممکن سازشیں کر رہے ہیں اور حکومت صرف بیان بازی کے سہارے مسلمانوں کو بےوقوف بنا رہی ہے۔

مفتی عثمانی نے ہریانہ کے اٹالی گاؤں اور راجستھان کے برلوکھا گاؤں میں فرقہ پرستی کا ننگا ناچ کرنے والے افراد کی گرفتاری کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ ان خاطیوں کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کی جائے، مسلمانوں کا جو جانی اور مالی نقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی کی جائے اور ان کی باز آبادکاری کی کیلئے سنجیدہ کوشش کی جائے، تاکہ یہ لوگ جو ایک کیمپ میں پریشان کن زندگی بسر کر رہے ہیں وہ اپنے گھروں کو لوٹ سکیں۔

جامعۃ القاسم کی جانب سے نیپال زلزلہ زدگان کیلئے راحتی سامان بھیجا گیا

زندگی کا اصل مقصد ہی دکھی انسانیت کی خدمت: مفتی عثمانی

ارریہ ۱۱ مئی (پریس ریلیز) شمالی بہار کی معروف دینی درسگاہ جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول کی جانب سے آج نیپال میں آئے ہلاکت خیز زلزلہ کے متاثرین کیلئے تقریبا ۱۱ر لاکھ کا راحتی سامان بھیجا گیا۔ اس موقع پر جامعہ کے بانی ومہتم مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ ایک گاڑی کو ہری جھنڈی دیکھا کر روانہ کیا جس میں ضرورت کی اشیاء جیسے کمبل، دال، چاول، آٹا، نمک، موم بتی، تڑپال، ساڑی، چینی اور دیگر اشیاء شامل ہیں۔ اس سے قبل مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے کہا کہ قدرتی آفات کے شکار بنے ہزاروں افراد کو اس وقت مدد اور سہارے کی ضرورت ہے، انہوں نے کہا کہ انسانیت کا یہی تقاضا ہے کہ ان پریشان حال افراد کی جتنی بھی ہو سکے مدد کی جائے۔ انہوں نے اسنانیت کی خدمت کو اصل معراج بتایا اور کہا کہ مصیبت کی گھڑی میں جامعہ القاسم نے ہمیشہ پریشان حال لوگوں کی حسب استطاعت اشک شوئی کی ہے جس کا مقصد صرف وصرف اللہ کی رضا ہے۔ چاہے بہار میں آندھی طوفان سے ہوئی

تباہی کا معاملہ ہو یا کوسی کے تباہ کن سیلاب کا ہر موقع پر جامعۃ القاسم نے مصیبت زدگان کی دل کھول کر مدد کی ہے۔آج بھی جب پڑوسی ملک نیپال کے لاکھوں افراد جن کے گھر بار تباہ ہو گئے، بہت سوں کے عزیز واقارب کو اس بھیانک زلزلے نے نگل لیا اور ہزراوں کی تعداد میں بچے اور بزرگ اور خواتین موت کے منہ میں چلی گئیں۔ان حالات میں ان کی مدد انسانیت نوازی ہے جس کی تعلیم اسلام اور پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ نے دی ہے۔اور زندگی کا اصل مقصد ہی دکھی انسانیت کی خدمت ہے۔مفتی عثمانی نے کہا کہ اس وقت بھی نیپال میں زلزلے کے جھٹکے آرہے ہیں جس سے لوگوں میں دہشت کا ماحول ہے۔گزشتہ ماہ کے آخر میں آئے تباہ کن زلزلے کی وجہ سے ہزاروں افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔بعض علاقے ایسے ہیں جہاں امدادی ٹیمیں بہت تاخیر سے پہنچی ہیں ان علاقوں پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ اس کار خیر میں لوگوں کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے کہ:

یہی ہے عبادت یہی ہے دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

مسابقہ قرآن میں جامعۃ القاسم درالعلوم الاسلامیہ کے طالب علم محمد معاذ کی دوسری پوزیشن

سپول ۲۳ ؍فروری: دربھنگہ ضلع میں حال ہی منعقد ہوئے مسابقۃ القرآن میں جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے طالب علم محمد معاذ بن ہاشم کی دوسری پوزیشن آنے پر جامعہ کے مہتمم مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے اظہار اطمینان کرتے ہوئے کہا کہ جامعہ کیلئے اعزاز کی بات ہے ادارہ کے ایک طالب علم نے ملک گیر مسابقہ میں دوسری پوزیشن حاصل کی اور انہیں ایوارڈ کے ساتھ ساتھ 35 ہزار نقد انعام سے نوازا گیا ہے۔

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے کہا کہ الحمدللہ جامعہ میں تصحیح قرآن اور تجوید پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور جب بھی ملک کے کسی بھی حصہ میں مسابقہ قرآن کا انعقاد ہوتا جامعہ کے طالب علم پوزیشن حاصل کرتے ہیں۔مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے جامعہ کے اساتذہ کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ مزید محنت کی ضرورت ہے کہ تاکہ جامعہ کے ایک نہیں بلکہ ہر مقابلہ میں جامعہ کے طلباء کو پوزیشن ملنی چاہیے۔

تعلیمی بیداری کانفرنس کا انعقاد

ارریہ:۲۱ فروری/تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کی پر زور وکالت کرتے ہوئے ندوۃ العلما لکھنو کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی نے کہا کہ تعلیم انسانی کی زندگی کیلئے ضروری ہے اس کے بغیر انسان کی زندگی ادھوری اور ناقص رہتی ہے۔ جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ مدھوبنی سپول بہار میں منعقد تعلیم بیداری کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا اعظمی نے کہا کہ صرف علم حاصل لینا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ عملی زندگی کو سنوارنے کی بھی ضرورت ہے اس کے لیے علماء کرام اور اکابرین کے حالات اور ان کی تاریخ کے مطالعہ زندگی سنوارا جاسکتا ہے۔

مولانا اعظمی نے کہا کہ صحابہ کرام واکابرین روشنی مینار ہیں ان کے نقش قدم پر چل کر ہم اپنی زندگی کو منور کر سکتے ہیں۔مولانا اعظمی نے مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی خدمات کا سراہنا کرتے ہوئے کہا کہ مولانا عثمانی اس دیار میں علم کا چراغ روشن کیا

ہے جس سے پورا علاقہ منور ہو رہا ہے۔ مولانا نے لڑکیوں کی تعلیم پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مجھے امید ہے کہ مولانا عثمانی اس سمت میں توجہ دیں گے اور لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کریں گے۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے جنرل سکریٹری مولانا محمد شاہد سہارنپوری نے تعلیم کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ تمام کتاب اور علوم میں سب سے مضبوط اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔ اپنے نزول کے 15 سو سال بعد بھی اس میں کسی بھی طرح کا حذف و اضافہ نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا نظام یہ ہے کہ وہ اپنے کلام کی خود حفاظت کرتا ہے اور اس کے لیے اس نے کئی اسباب متعین کیے ہیں جن میں مدارس اسلامیہ اور حفاظ ہیں۔ اللہ تعالی نے اپنے کلام میں تمام علوم کو سمایا ہے، جس کی انسان کو قیامت تک ضرورت پڑ سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تعلیمی بیداری کا مقصد یہ ہے کہ آپ یہاں سے یہ عہد کر کے جائیں کہ اپنے بچوں کو پہلے قرآن کی تعلیم دیں تا کہ اس کا دین و آخرت مضبوط ہو اور وہ مرنے کے بعد کی زندگی کو پہنچا نیں۔ اس کے بعد انہیں دیگر تعلیم کے میدان میں آگے بڑھائیں تا کہ وہ دنیوی میدان میں بھی آگے بڑھیں۔

کمشنر برائے لسانی اقلیات حکومت ہند پروفیسر اختر الواسع نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہم جس دین کے ماننے والے ہیں اس میں اللہ نے پانچ ارکان کا حکم فرمایا ہے لیکن ان سب سے پہلے علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا سے سوئے قوم آئے تو اقراء کا سبق لے کر آئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ جب عام انسان کو حرف دانش سننے کی اجازت نہیں تھی، ان حالات میں آپ نے فرمایا کہ علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے، علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر تک۔ اس اعلان نے دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سنت الٰہی یہ ہے کہ جو نہ جانتا ہے اسے ان کے آگے جھکنا پڑے گا جو کانتے ہیں۔ آپ جب تک جانتے تھے ساری دنیا آپ کے سامنے جھکتی تھی، لیکن جب سے آپ نے جاننے کی کوشش کم کردی آپ دنیا کے آگے جھک رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی و دنیوی تعلیم میں کوئی فرق نہیں کیا۔ اس کے لیے انہوں نے جنگ بدر کی مثال پیش کی جب اللہ کے رسول نے بدر کے قیدیوں سے کہا تھا کہ یا تو فدیہ دے کر رہا ہو جاؤ یا پھر مسلمانوں کو تعلیم دو۔ ظاہر ہے بدر کے قیدی دنیوی تعلیم ہی جانتے تھے اسلام کی تعلیمات کے تو وہ دشمن تھے۔ اس موقع پر انہوں نے لڑکیوں کی تعلیم پر بھی زور دیا اور کہا کہ آج کی لڑکیاں ہی کل کی ماں ہوں گی۔ پروگرام میں اپنے خطاب میں صدر شعبہ اردو اورینٹل کالج پٹنہ پروفیسر شکیل احمد قاسمی نے کہا کہ ضرورت بات کی ہے کہ عصری تعلیم کے ساتھ بچوں کو دینی تعلیم ہر حال میں دی جائے کیوں کہ خالص عصری تعلیم سے اخلاقی گراوٹ آتی جا رہی ہے۔ اس موقع پر انہوں نے مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے حکومت سے ایک پیسہ لیے بغیر بچوں کی دینی و دنیوی زندگی سنوارنے کا انتظام کیا ہے۔ پروگرام میں مولانا اسعد اعظمی مجاز بیعت حضرت حکیم اختر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اصلاحی انداز میں علم کے حصول پر زور دیا۔ مولانا عبدالمتین رحمانی

سمیت دیگر کئی لوگوں نے بھی خطاب کیا۔ روگرام میں جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے بانی و مہتمم مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے مہمانوں کا استقبال کیا۔ پروگرام کی نظامت مولانا انصار احمد قاسمی نے کی، آفاق احمد کی تلاوت کلام اللہ سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ قاری شمشیر نے نعت پیش کیا، مدرسہ کے طلبا نے مختلف طرح کے پروگرام پیش کیے جس کی مہمانوں نے ستائش کی۔ پروگرام کی کامیابی میں مولانا حمید الدین، مولانا محمد یوسف انور، شاہ جہاں شاد، مولانا علی احمد رازی، ضیاء اللہ رحمانی، مظفر حسین رحمانی و مدرسہ کے اساتذہ کافی سرگرم رہے۔ بڑی تعداد میں دور دراز سے لوگوں نے شرکت کی۔ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی کی دعاؤں سے پروگرام کا اختتام ہوا۔

سعودی فرماں روا کے انتقال پر ملال پر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کا اظہار تعزیت

نئی دہلی 22 جنوری (بصیرت آن لائن بیورو)

سعودی فرماں شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کے انتقال پر ملال پر جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار کے بانی و مہتمم و معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن صاحب عثمانی نے اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ مفتی محفوظ الرحمٰن صاحب عثمانی نے شہزادہ سلمان بن عبدالعزیز کو لکھے گئے اپنے تعزیتی خطوط میں کہا ہے سعودی فرماں رواں شاہ عبداللہ بن عبد العزیز کے انتقال پر ہم بے افسردہ اور رنجیدہ ہیں۔ ان کا انتقال عالم اسلام کے لئے ایک عظیم خسارہ ہے۔ ان کے وفات کی تلافی صدیوں تک نہیں ہو سکے گی۔ ان کے انتقال سے آل سعود کو پہنچنے والے صدمہ ہم ان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

مفتی محفوظ الرحمٰن صاحب عثمانی نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ سعودی فرماں روا ایک اصلاح پسند حکمراں اور مشرقِ وسطیٰ میں قیامِ امن کے داعی کے تھے۔ انہوں نے امریکہ سے دوستی رکھنے کے باوجود بھی اپنے مفادات پر کبھی بھی ان کے مفادات کو ترجیح نہیں دی۔ انہوں نے ہمیشہ مسلمان اور اہل عرب کے مفاد کو مقدم رکھا۔ مغربی دنیا سے رشتے بہتر بنانے اور سعودی عرب کے داخلی مسائل پر توجہ دینے کے معاملے میں توازن سے کام لیا۔

ستمبر 2001 میں امریکہ میں دہشت گردی کی کارروائیوں کے بعد جہاں انھوں نے بطور شاہ ملک کے قومی دن کی تقریبات کو مختصر کرنے کا حکم دیا وہیں امریکی ذرائع ابلاغ میں حملوں کے بعد سعودی عرب کی منفی شبیہ پیش کیے جانے پر کڑی تنقید بھی کی۔ 2002 میں عرب لیگ نے عرب اسرائیل تنازع کے خاتمے کے لیے شاہ عبداللہ کی پیش کردہ تجاویز کو ہی اپنایا تھا جن میں اسرائیلی افواج کی جانب سے 1967 سے قبل کی پوزیشن پر واپسی اور خودمختار فلسطینی ریاست کے قیام کے بدلے اسرائیل سے امن معاہدے کی بات کی گئی تھی۔ عالمی سطح اور بالخصوص مشرق وسطیٰ کے لئے مرتب شدہ امریکی پالیسیوں کا وہ برملا ساتھ دیتے تھے۔ اپنے دورِ بادشاہت میں انھیں عرب ممالک میں شروع ہونے والی انقلابی تحریکوں کے اثرات سعودی عرب تک پہنچنے سے روکنے میں کامیابی حاصل کی۔ پوری دنیا سعودی عرب حکومت کی بہترین نظم نسق کے قائل ہیں۔ حج اور عمرہ کے موقع سعودی عرب حکومت کی جانب سے حجاج کرام کی بے مثال

خدمات انجام دی جاتی ہے۔ انہیں ہر طرح کی سہولیات فراہم کرائی جاتی تھی۔کبھی بھی کسی طرح کی شکایت کا موقع نہیں آیا۔

واضح رہے کہ شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کا 23 جنوری جمعہ کوعلی الصباح انتقال ہوگیا ہے۔شاہ عبداللہ گزشتہ کچھ ہفتوں سے نمونیا کے مرض میں مبتلا اور اسپتال میں داخل تھے۔سرکاری ٹی وی کے مطابق ان کی نمازِ جنازہ جمعہ کی شام دارالحکومت ریاض کی امام ترکی بن عبداللہ مسجد میں ادا کی جائے گی جس میں کئی عالمی راہنماؤں کی شرکت متوقع ہے۔شاہ عبداللہ کی عمر 91 برس تھی اور وہ اگست 2005 میں اپنے پیش روشاہ فہد کے انتقال کے بعد ملک کے بادشاہ بنے تھے۔لیکن شاہ عبداللہ نے ولی عہد ہونے کے ناتے 1996 سے ہی اپنے پیش روشاہ فہد کی علالت کے باعث عملا ملک کے باگ دوڑ سنبھالی ہوئی تھی۔سعودی عرب کے نئے فرمانروا سلمان بن عبدالعزیز منتخب کئے گئے ہیں جن کی عمر 79 برس ہے اور انہیں مرحوم شاہ عبداللہ نے 2012 میں ولی عہد اور ملک کا وزیرِ دفاع مقرر کیا تھا۔ وہ اس سے قبل پانچ دہائیوں تک دارالحکومت ریاض کے گورنر بھی رہے تھے۔

کچھ مفاد پرست جامع مسجد کی آواز کو دبانے کے درپے

عدالت کے فیصلے کا خیر مقدم،امت کا سواداعظم شاہی امام کے ساتھ: مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

نئی دہلی ۲۱ نومبر (پریس بیان) جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار کے سربراہ اعلیٰ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے جامع مسجد دہلی کے نائب امام کی تقرری کو لے کر مفاد پرستوں کی چیرہ دستیوں اور قانونی چارہ جوئی کی جملہ کوششوں کو قابل مزمت قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ جولوگ ذاتی مخاصمت کی وجہ سے شاہی امام مولانا احمد بخاری کوسبوتاژ کرنے کی کوشش کررہے ہیں وہ پوری ملت اسلامیہ کی ایک بلند آواز کو دبانے کے درپے ہیں۔انہوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ چاہے دہلی وقف بورڈ ہو کہ درپردہ بی جے پی اور آر ایس ایس کے اشارے پر سرگرم ایڈووکیٹ وی کے آنند،مسٹر گوتم ودیگر افراد،ان کو نہ جانے کیوں دہلی کی جامع مسجد کے تحفظ کا غم ستارہا ہے کہ وہ دستاری بندی کی تقریب کوسبوتاژ کرنے کے لیے عدالت تک کا دروازہ کھٹکھٹانے پہنچ گئے۔اس مسئلہ پر دہلی ہائی کورٹ کے رویے اور فیصلے کا استقبال کرتے ہوئے مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے کہا ہے کہ ایک طرف دہلی وقف بورڈ ائمہ کی تقرری کو اپنا حق ثابت کرنے پر بضد ہے لیکن اگر پوری طرح ائمہ کی تقرری وقف بورڈ کے حوالے کیا گیا تو پھر یقین جانئے کہ وزراء کی سفارش کے سہارے ایسے ائمہ برسرکار ہوجائیں گے جنہیں مساجد کی پراپرٹی کے خرد برد ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا،اسی طرح محکمہ آثارقدیمہ بھی چاہتا ہے کہ جامع مسجد اس کے حوالے کیا جائے لیکن یادرکھنا چاہیے کہ جس طرح محکمہ آثارقدیمہ نے بہت سی تاریخی مساجد کو یا تو بند کروادیا یا انہیں متنازعہ بنا کر مسلمانوں کو وہاں نماز و اذان سے محروم کردیا،کیا محکمہ آثارقدیمہ دہلی کی شاہجہانی مسجد کو بھی اسی دہانے پر لے جانا چاہتا ہے؟

امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ انڈیا کے جنرل سکریٹری مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ دراصل دہلی کی جامع مسجد کی مضبوط آواز ہندوستان کی

بہت سی طاقتوں کو کھٹکتی ہے اس لیے طرح طرح کے حربے استعمال کر کے جامع مسجد کی قوت کو بے اثر کیے جانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ مفتی عثمانی نے ٹیلی ویژن مباحثوں میں شاہی امام مولانا احمد بخاری کے خلاف ماحول سازی پر بھی تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ائمہ کی حیثیت کا تعین بے حیثیت لوگ، بے حجاب خواتین اور غیر معروف علماء کر رہے ہیں جو افسوسناک ہے ۔ انہوں نے کہا ہے کہ مولانا سید احمد بخاری جس طرح ماضی میں جامع مسجد سے اسلام اور مسلم مخالف طاقتوں کو للکارتے رہے ہیں وہ اپنی جدوجہد جاری رکھیں، امت کا سواد اعظم ان کے ساتھ ہے۔

مدارس، مساجد اور مکاتب کا تحفظ سب سے اہم مسئلہ

نئی دہلی ۲۲؍دسمبر: تعلیم، تحفظ، روزگار، مسلم نوجوانوں کی گرفتاری اور ملک میں زعفرانی قوتوں کا عروج اس بات کا متقاضی ہے کہ ملت اسلامیہ ہندیہ انتہائی سنجیدگی سے سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایک مضبوط حکمت عملی تیار کریں۔ ان خیالات کا اظہار آج شاہجہانی جامع مسجد دہلی کے شاہی امام مولانا سید احمد بخاری نے کیا۔

معروف عالم دین مفکر ملت مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی (بانی و مہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار) کی قیادت میں ویسٹ انڈیز کے علماء کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران شاہی امام نے کہا کہ ہندوستان میں مرکز کی بی جے پی حکومت میں فاسشٹ طاقتوں کے حوصلے بلند ہیں اور مزید بلند ہوتے جا رہے ہیں، یہ طاقتیں ایسے حالات ساز گار کر رہی ہیں کہ ہندستان میں امن و امان کی صورت حال خطرناک شکل اختیار کر سکتی ہیں، ایسے میں ہندوستان کے ۲۵؍کروڑ مسلمانوں اور ملک بھر میں پھیلے ہوئے مدارس، مساجد اور مکاتب کا تحفظ سب سے اہم مسئلہ ہے اور اس پر پوری ملت کو یکجا ہو کر غور و فکر کرنی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک تبدیلی مذہب کا معاملہ اس لئے سنجیدہ نہیں ہے کہ جس انسان کے اندر ایمان کی تھوڑی سی بھی رمق باقی ہوگی وہ اسلام کو ترک نہیں کر سکتا ہے۔ شاہی امام نے کہا کہ مجھے یقین کامل ہے کہ کوئی مسلمان اپنا مذہب تبدیل نہیں کر سکتا ہے، بلکہ سچائی یہ ہے کہ آج بھی دنیا کے بھٹکے ہوئے اور پریشان حال لوگ اسلام کے دامن میں آ کر پناہ لے رہے ہیں۔

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کے ذریعہ چند اہم ملی مسائل کی جانب توجہ دلانے پر انہوں نے کہا کہ آپ قدم بڑھائیں میں ملت کے نام پر ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہوں۔ مفتی عثمانی نے ویسٹ انڈیز کے مہمانوں کا تعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت جو حالات ہیں اس سے گھبرانے کی قطعی ضرورت نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی بنیاد جمہوریت پر ہے اور جب تک جمہوریت اس ملک میں قائم ہے اس وقت تک ہندو مسلم بھائی چارگی برقرار رہے گی اور بھگوا طاقتیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ انہوں نے کہا کہ شدت پسند ہندو جماعتیں جان بوجھ کر ملک کا ماحول بگاڑنے پر آمادہ ہیں اور روز نئے نئے حالات سامنے آ رہے ہیں، مگر ان حالات کا ہمیں ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا اور ملت اسلامیہ میں بیداری پیدا کرنا ہوگی۔ اس موقع پر مفتی وسیم خان ویسٹ انڈیز، مولانا مفتی عبدالمجید خان ویسٹ انڈیز، مولانا ابوبکر مظاہری، شیخ علی اختر امان اللہ اور انصار احمد بھی موجود تھے۔

❁ ❁ ❁

محترم المقام قابل احترام حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن

عثمانی صاحب دامت برکاتہم مدظلہ العالی

مدیر اعلیٰ معارف قاسم جدید

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معارف قسم جدید کے توسط سے عام لوگوں تک اپنی بات رکھنا چاہتا ہوں کہ، اس وقت مرکز کی مودی حکومت میں مسلمانوں کے ساتھ جو سوتیلا برتاؤ کیا جارہا ہے، وہ شدید تکلیف کا باعث ہے، بدنام زمانہ تنظیم آر ایس ایس و بجرنگ دل کی پروردہ حکومت کے لوگوں کا واحد مقصد اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی ہے، اسی لئے مسلمانوں کے خلاف گندی سازشیں کی جارہی ہیں، تاکہ اس ملک کی گنگا جمنی تہذیب کو مسمار کیا جاسکے، اور ہندوتوا و بھگوا دہشت گرد کا سکہ جمایا جاسکے، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو پروین توگڑیا، یوگی آدتیہ ناتھ، موہن بھاگوت جیسے دیش کے دشمن افراد کی زہر افشانی کا شکا ہونا پڑتا ہے، کبھی ان لوگوں کی ناپاک زبان سے یہ سننے کو ملتا ہے۔ مسلمانوں کو مذہب تبدیل کرنی ہوگی ورنہ اس کی جگہ ہندوستان میں نہیں، پاکستان میں ہے، تو کبھی بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے کی بات کرتے ہیں تو کبھی لو جہاد جیسے لفظ سے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں، تو کبھی یوگا سوریہ نمسکار مسلمانوں پر زبردستی تھوپنے کی سازش رچتے ہیں اور اس کی آڑ میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنا ان لوگوں کی زندگی کا ایک شیوہ بن چکا ہے، تو کبھی مسلم خواتین کے حجاب پہننے پر اس کی نوکری چلی جاتی ہے، اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم سب جان کر بھی انجان بن جاتے ہیں۔ کیا علامہ اقبال نے اسی لئے کہا تھا: ع

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

کیا ہمارے اسلاف کی قربانیاں صرف یادگار بن کر رہ گئی ہیں۔

آج ہندوستان کا مسلمان ایک عجیب وغریب دوراہے پر کھڑا ہے، جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے، صرف وہ الیکشن کے موقع پر ووٹ بینک بن کر رہ گیا ہے۔ نشیب وفراز سے گزر رہا ہے، ماحول کی رنگا رنگی میں کھویا ہوا ہے۔ مٹی کا ایک انبار و تودہ بن کر رہ گیا ہے، موجودہ دور کی حکومتیں صرف اور صرف اسے استعمال کر رہی ہے، موجودہ دور کی ہوسنا کی اسے ہڑپنے کی خاطر اپنا منہ پھیلا چکی ہے، اور مسلمان ہے کہ سب اپنی اپنی زندگی میں مست ومگن ہے، کیا ایسے وقت میں علماء کرام اور وہ لیڈران جو مسلمانوں کی حمایت کی بات کرتے ہیں اس کا یہ فرض نہیں بنتا کہ سب متحد ہوکر فرقہ پرست تنظیم کے خلاف اپنے حقوق کی لڑائی لڑیں، اور ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کو برقرار رکھنے کی جدوجہد اور مسلمانوں کو غلامی ومحکومی کی ذلت آمیز زندگی سے نکالنے کی سنجیدہ کوشش کریں۔

مولانا محمد آفاق قاسمی

فاربس گنج، ارریہ، بہار

معزز قارئین کرام! آپ کو یہ شمارہ کیسا لگا اپنی رائے سے ضرور نوازیں۔ اپنے مشورے اس ای میل پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

E-mail: jamiatulqasim@yahoo.com

اگر آپ چاہتے ہیں کہ:

• ہمارے گھروں میں دین کی باتیں ہوں! • مجالس اور لوگوں کی زبان پر ہمیشہ اصلاحی باتوں کا تذکرہ ہو! عوام وخواص میں ہمیشہ اصلاح کی فکر لاحق ہو! • پیغمبر اسلام ﷺ کے اسوۂ حسنہ، تعلیمات نبوی اور اسلاف کی پاکیزہ روایات سے معاشرہ کو روشناش اور اس کے تئیں بیداری پیدا کی جائے۔

تو آئیے! ان مقاصد حسنہ کی تکمیل کے لیے ''ماہنامہ معارف قاسم جدید'' کی علمی وفکری بیداری مہم میں شامل ہو جائیے۔

ممبر بن کر اور بنا کر

اس عظیم مہم کو کامیاب بنانے میں معاون بنیں

یقیناً آپ کا تعاون ''معارف قاسم جدید'' کی ترقی کا ضامن بن سکتا ہے۔

ہندوستان میں سالانہ زرتعاون صرف 300 / روپے اور بیرو ممالک میں 150 / ڈالر

اس کے علاوہ آپ مندرجہ ذیل طریقہ سے بھی تعاون کر سکتے ہیں

- اہل خیر حضرات کو اشتہار کی طرف توجہ دلائیں۔
- اپنی جانب سے علاقے کے بااثر حضرات، دینی اداروں، ملی تنظیموں اور لائبریریوں کے نام رسالہ جاری کرائیں۔
- معارف قاسم جدید میں کاروباری اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
- ممبر سازی کے لیے جو نمائندے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں ان کا بھرپور تعاون کریں۔
- پانچ آدمیوں کو ممبر بنا کر اپنا ایک سال کے لیے رسالہ مفت جاری کرائیں۔

یقین ہے کہ ہمارے قارئین کا پرخلوص تعاون ہمیں برابر حاصل رہے گا۔ انشاء اللہ۔

خط وکتابت: ماہنامہ ''معارف قاسم جدید دہلی'' این 93 / سیلنگ کلب روڈ، لین نمبر۲، بٹلہ ہاؤس جامعہ نگر نئی دہلی۔ 110025

ممبر شپ فارم

جس مدت کے لیے ممبر شپ چاہیے اس کے سامنے صحیح نشان لگائیں

☐ سالانہ فیس .... (-/300)

☐ دو سال کے لیے .... (-/600)

☐ تین سال کے لیے .... (-/900)

☐ تاحیات .... (-/10,000)

نام: .... ولدیت: ....

مکمل پتہ: ....

ملک: .... پن کوڈ: .... ٹیلیفون نمبر: ....

عمر: .... پیشہ: ....

معارف قاسم جدید کی ممبر شپ کے لیے ہے۔

منی آرڈر رچیک رڈرافٹ نمبر: .... تاریخ: ....

بذریعہ: .... روپئے: .... بھیج رہا ہوں ر رہی ہوں۔

نوٹ: یہ شرح صرف ہندوستان کے لیے ہے۔

چیک رڈرافٹ ''ماہنامہ معارف قاسم جدید'' دہلی کے نام سے بنوائیں۔

برائے مہربانی اس فارم کو بھر کر ڈاک سے معارف قاسم جدید این 93 دوسری منزل، لائن ۲، سیلنگ کلب روڈ، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی-۲۵ کے پتہ پر ارسال کریں۔

نرخ اشتہار

آخری ٹائٹل صفحہ	(رنگین)	-/4,000
اندرونی ٹائٹل صفحہ	(رنگین)	-/3,000
مکمل صفحہ	(اندرونی، بلیک)	-/1,500
آدھا صفحہ	〃	-/1000
چوتھائی صفحہ	〃	-/500

مطبوعات جامعہ

نام کتاب	مصنف	مرتب
مقامات مقدسہ	حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند)	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
زکوٰۃ اور اس کا مصرف (اردو، انگریزی)	امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
خطبہ حجۃ الوداع (اردو، انگریزی)		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
قاضی مجاہدالاسلام حیات وخدمات نمبر	مدیر اعلیٰ	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
سیرت النبی نمبر		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
متکلم پرسنل لا نمبر		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
پیام انسانیت نمبر		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
رمضان کریم نمبر		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
قرآن کریم نمبر		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
مسلم مسائل نمبر		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
مجاہد کی للکار	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	
قرآن کریم کا اعجاز اور اس کی حقیقت (اردو، انگریزی)	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	
ہندوستان میں مدارس اسلامیہ (اردو، انگریزی)	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	
اسلام اور امن وآشتی، اردو، انگریزی (زیر طبع)	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	
قادیانیت کی حقیقت (اردو، انگریزی، ہندی)	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	
اسلام اور قادیانیت عقائد کی روشنی میں		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
مجموعۂ رسائل حضرت علامہ نور محمد خان ٹانڈویؒ		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
ہندی زبان میں کتب سیرت کا ادبی جائزہ (زیر طبع)		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
راہ عمل (زیر طبع)		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
ذکرا قائماً (20ویں صدی کے علماء گجرات کی علمی، دینی خدمات)		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
دینی مدارس ماضی، حال اور مستقبل تقاضے، چیلنجز اور ان کا حل		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
قادیانیوں کو غور وفکر کی دعوت		مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
متاع زندگی مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی جہد مسلسل، تحریکات، خدمات		ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب القاسمی
محمد رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	
قادیانیت منظر اور پس منظر	حضرت مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی	
چند نامور علماء	حضرت مولانا بدرالحسن قاسمی	عبدالقادر شمس قاسمی
قادیانی گروہ زندیقوں کی طرح تحریک ارتداد چلا رہا ہے		مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری
قادیانیوں کی چال سے ہوشیار رہیں!		مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری
قادیانیت انگریزوں کا خودکاشتہ پودا (اردو، ہندی)		مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری
عام مسلمانوں کو قادیانیت کی حقیقت سمجھانے کا طریقہ (ہندی)		مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری
ایمان اور کفر کی حقیقت (ہندی)		مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری
قادیانیت کے متعلق علمائے اسلام اور سرکاری عدالتوں کا فیصلہ		مولانا شاہ عالم گورکھپوری
قادیانی تحریروں کی روشنی میں قادیانیوں کی سیاسی وسماجی پوزیشن		مولانا شاہ عالم گورکھپوری
دین اسلام سے قادیانیوں کا کوئی تعلق نہیں (ہندی)		مولانا شاہ عالم گورکھپوری
تحریک تحفظ ختم نبوت اور جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ		ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب القاسمی
خیموں کا شہر مظفر نگر		ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب القاسمی
کوسی کا تباہ کن سیلاب اور جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ		(رپورٹ) شاہ جہاں شاد
شجرۂ طیبہ		مولانا محمد شاہد قاسمی
منہاج الصالحین یعنی تحفۂ متسابقین		مولانا مجتبیٰ بن احمد لولات رویدروی
المذاکرۃ التفسیریۃ یعنی تحفۂ مسابقات		مفتی عبدالرحیم فلاحی

اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر رسائل ومجلّات طباعت کے مرحلے سے گذر کر جلد ہی منظر عام پر آنے والے ہیں۔